تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۳۱ | مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ نمبر ۱۱

۲۸ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ
۱۰ اپریل ۱۹۹۴ء

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید

زر تعاون ملکی
سالانہ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ۵ روپے

بیرون ملک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ
مینجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے گوپال آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

درس حدیث

ایمان کا ذوق و مزہ

(۵) ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی ——— ترجمہ: شمس الحق ندوی

نوٹ: سلسلہ کیلئے ملاحظہ ۲۵ فروری و ۱۰ مارچ کا مشترکہ شمارہ۔

نمرود بادشاہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان سے بحث و مباحثہ کیا وہ خدا کے وجود کا منکر نہیں تھا، بلکہ اللہ کی وحدانیت اور خدائی میں یکتائی کا منکر تھا وہ نظام کائنات میں تنہا اللہ تعالیٰ کے تصرف و فرمانروائی کا منکر تھا۔

یہ سرکش بادشاہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و پروردگاری کے بعض مفہوم و معانی کا انکار محض اپنی بادشاہت کے غرور و گھمنڈ میں کر رہا تھا۔ حالانکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی اس عطا اور دین کا معترف و شکر گذار ہونا چاہیئے تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اس کی اس ناقدر شناسی و کفرانِ نعمت پر اس کا تعجب و حیرت کے اسلوب میں ذکر فرماتا ہے۔ فرماتا ہے (ألم تر إلى الذي حاج ابراهيم في ربه أن آتاه الله الملك) بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (نمرود کے) سبب سے کہ خدا نے اس کو سلطنت بخشی تھی۔ ابراہیم سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

قرآن کریم کا یہ اسلوب بیان بادشاہ کے انکار کو جس شناعت کے لہجہ میں بیان کر رہا ہے وہ بتاتا ہے کہ اس پر ربوبیت کا پورا مفہوم کھلا نہیں تھا، لہٰذا اس نے اللہ کے رب ہونے کا انکار کیا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اس کی ان صفات سے پہچانا جن میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا گمان و خیال بھی نہیں کر سکتا، چنانچہ اس بادشاہ کے جواب میں کہ تمہارا رب کون ہے؟ آپ فرماتے ہیں میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ مزید صفات خود اس سے قبل کی آیت میں بیان ہوئیں۔ یہ وہ صفات ہیں جن میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں۔ چنانچہ آخر بادشاہ لاجواب ہو گیا۔ اس کا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

ایمان کا مزہ اس کو ملتا ہے جو صرف اسلام کو اپنا دین و مذہب تسلیم کرتا ہے، اور اس پر مطمئن و راضی رہتا ہے کہ اسلام اپنی ساری اقدار کیساتھ انسانی زندگی کے لئے عملی دستور حیات ہے، ایسا دستور جو اس اعتقادی تصور و خیال پر بھی مشتمل ہے جو کائنات کی بھی وضاحت کرتا ہے اور اس کائنات میں انسان کا کیا مقام ہے اس کو بھی بتاتا اور بیان کرتا ہے جیسا کہ وہ انسان کی تخلیق کے مقصد عظیم کو بیان کرتا ہے، یہ دستور اجتماعی نظام اور عملی ضوابط جو اسی عقیدہ کے نتیجہ میں وجود میں آتے ہیں اور اس کا سہارا لیتے ہیں ان سب پر مشتمل ہے اور ان کو انسانی زندگی میں عملی طور پر پیش کرتا ہے مثلاً اخلاقی نظام،

اسلام تو وہ سرچشمۂ جاری جس سے یہ سب چیزیں وجود میں آتی ہیں وہ اصول و بنیادیں جن پر اخلاقی نظام قائم ہوتا ہے وہ طاقت جو اس سے حاصل ہوتی ہے، سیاسی اصول و ضوابط اور اس کا ڈھانچہ، اس کی خصوصیات ایسے ہی سماجی نظام اور اس کی بنیادیں و اقدار۔ اقتصادی نظام اور اس کا فلسفہ اور اس کو عملی شکل دینا۔ ملکی قوانین اور اسکے جملہ شعبہ جات،

یہ اسلام کی ہمہ گیر اور عملی تصویر ہے جو احساسات انسانی پر اثر انداز ہوتی ہے اور دلوں میں جھرجھری پیدا کر دیتی ہے جو شخص بھی اسلام کی اس ہمہ گیری پر راضی ہو گیا اس کو اسلام کا مزہ آجائے گا۔ یہ ہے اسلام کی وسعت و ہمہ گیری جو تمام سابقہ تعلیمات نبوت کی جامع ہے اور تمام انبیاء سابقین کی توثیق و تصدیق کرتی ہے اور پہلے آنیوالے تمام رسولوں کے دین کو ایک بتاتی ہے، اور سبھی سابقہ دعوتوں اور رسالتوں کو ایک ہی اصل سے ملاتی ہے اسلام کی ان ساری خصوصیات و امتیازات کے ساتھ اس کے اقرار کی اصل روح اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب دل کے اقرار کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی پسندیدگی اور اس پر بالکلیہ رضامندی کا مزہ حاصل ہو،

یہ ہے وہ دین جس کا انسان سے مطالبہ ہے اور جس کے سامنے ساری کائنات سرنگوں ہے، قرآن کریم کا یہ ارشاد اس حقیقت کو واضح کرتا ہے فرمایا گیا (أفغير دين الله يبغون وله أسلم من في السموات والارض طوعاً و كرهاً واليه يرجعون) کیا یہ (کافر) خدا کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں؟ حالانکہ سب اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی اس خدا کے فرمانبردار ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	شمس الحق ندوی	۲
۲	اصل منزل	شمس الحق ندوی	۵
۳	نکاح..... مکمل عبادت ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	حاکم کون، محکوم کون	مولانا واضح رشید ندوی	۱۰
۵	کبھی اس طرح سوچئے	مولانا عبدالماجد دریابادی	۱۲
۶	ملک فہد کے نام ..... ایک مکتوب	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۳
۷	سلطان صلاح الدینؒ ایوبی	ڈاکٹر محمد اجتبار ندوی	۱۶
۸	عورت کی شخصیت اور حیثیت	ڈاکٹر شبیر احمد ندوی	۱۸
۹	عزم و ہمت درویش	امین الدین شجاع الدین	۲۲
۱۰	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۵
۱۱	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۶
۱۲	صحائف اسعد	ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی	۲۷
۱۳	سفر قادیان	مولانا محبوب الرحمن ازھری	۲۹

اداریہ

اصل منزل کا خیال

شمس الحق ندوی

ہر انسان کو اپنی زندگی سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور وہ اس کی بقا و حفاظت کیلئے ہر جتن کرتا ہے جسمانی قوت و توانائی کیلئے غذا کی فکر کرتا ہے، سردی گرمی سے بچنے کے لئے لباس کا انتظام کرتا ہے، سکون و اطمینان اور آرام و راحت کے ساتھ رہنے کیلئے مکان بناتا ہے۔ لذتِ کام و دہن کے لئے ماکولات و مشروبات کی تمام انواع و اقسام کو سمیٹ لینے کا خواہاں رہتا ہے، بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے صاف ستھری اور جراثیم سے پاک جگہوں کا انتخاب کرتا ہے ان چیزوں کے حصول کو وہ اتنا ضروری سمجھتا ہے کہ ان کے حاصل کرنے میں اکثر حدود و قیود کو پار کر جاتا ہے بلکہ اپنے اور اپنے متعلقین کے سوا سب کو بھول جاتا ہے، خود کو سارے وسائل حاصل ہوں چاہے دوسروں کا خون چوس کر، دوسروں کا گھر بے چراغ کرکے، یہ وہ حقائق ہیں جن کو عالم و جاہل تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سبھی جانتے ہیں، اور یہ شب و روز ہم سب کے تجربہ میں آتے رہتے ہیں۔

مگر انسان یہ نہیں سوچتا اور ادھر اس کا ذہن نہیں جاتا کہ یہ چیزیں تو دیگر تمام مخلوقات میں اور انسان میں مشترک ہیں اور ہر مخلوق اپنے رہنے کھانے اور اپنے جان کی حفاظت کی فکر کرتی ہے، حتیٰ کہ سانپ جس کا ایک قطرۂ لعاب انسان کو موت کی نیند سلا دیتا ہے وہ بھی اپنی جان کے لئے خائف رہتا ہے اور زندگی کی بقا کیلئے محفوظ مقامات اور اپنے دشمنوں سے حفاظت کی جگہیں تلاش کرتا ہے۔ یہ ہمارا ہر وقت کا مشاہدہ ہے۔ ہم ہر ذی جان میں یہ بات محسوس کرتے ہیں، لیکن انسان اور دیگر مخلوقات میں وجہ امتیاز کیا ہے؟ اس پر نظر کم جاتی ہے بلکہ بہت کہنے سننے اور توجہ دلانے کے بعد بھی اس پر غور کی فرصت نہیں ملتی، کہ انسان کے اس جسمانی نظام کے ساتھ اس کا ایک روحانی نظام بھی ہے، جس کو اسی طرح غذا، صاف ستھری فضا، اور سازگار حالات و ماحول کی ضرورت ہے جس طرح جسم کو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہی دوسری چیز وہ جوہر اصلی ہے جس کی وجہ سے انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر امتیاز و برتری حاصل ہے، اگر وہ اپنی اس حقیقت کو پہچانتا ہے تو اپنے سر پر "لقد خلقنا الانسان فی أحسن تقویم" کا تاج رکھتا ہے اور پھر صحیح اور حقیقی معنی میں فرشتوں کو بھی اس پر رشک آتا ہے بلکہ وہ اس کے اعزاز و تکریم میں اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا یہ مزید انعام ہے کہ افضل الخلائق بنا کر اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے اس امتیازی وصف کے سلسلہ میں ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے رسولوں اور آسمانی کتب کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی آخری کڑی فداہ ابی و امی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم ہے۔

مگر کیا انسان جتنی فکر اپنے فانی اور معدوم ہو جانے والے جسم کیلئے کرتا ہے اس کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی اپنے دائمی اور ابدی و روحانی نظام کے لئے کرتا ہے؟ یہ کتنی بڑی بھول اور نادانی ہے کہ مسافر اپنی منزل سے غافل و بے خبر ہو کر ساری توانائی و صلاحیت اسباب سفر اکٹھا کرنے میں صرف کر دے۔

ہم ذرا غور و فکر سے کام لیں اور تھوڑی دیر کیلئے یکسو ہو کر اپنے شب و روز کے معمولات پر غور کریں تو ہم پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ ہم کو عارضی اور فانی کی فکر تو ہمہ وقت بے چین و سرگرداں رکھتی ہے، مگر اصل منزل کا خیال بہت کم آتا ہے جسم کی فکر رہتی ہے مگر دل جو روح کا مرکز و مسکن ہے اس کی طرف سے غفلت و بے فکری رہتی ہے، اسکو اچھی طرح سمجھنے اور ذہن نشین ہو جانے کیلئے یہاں حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کا ایک بہت عام فہم ملفوظ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے حضرت اپنے

عام فہم انداز میں چند لفظوں میں ایسے حقائق بیان فرما دیتے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں پر بھاری ہوتے ہیں۔ ایک مجلس میں حضرت نے اس حقیقت کو سمجھانے کیلئے فرمایا "دل دولہا ہے جسم بارات" بارات دولہا ہی کی خاطر ہے، دولہا سے بے اعتنائی اور بارات کی خاطر داری کوئی عقل کی بات نہیں۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بڑی بارات جارہی ہے ایک باغ اور جنگل سے اس کا گذر ہوا۔ ایک اجنبی آدمی کھڑا دیکھ رہا تھا اس کے سامنے سے بارات کا جلوس نکلا شعلچی، طبلچی اور تماشائی۔ باراتی سب ساتھ تھے اس کو دولہا نظر نہیں آیا۔ اس نے ایک باراتی سے پوچھا کہ نوشہ کہاں ہے، میں سب کو دیکھتا ہوں وہ کہیں نظر نہیں آتے۔ اس نے جھنجھلا کر جواب دیا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو بارات کا لطف نہیں لیتے اور فضول کی باتیں کر رہے ہو، وہ شعلچی ہے وہ طبلچی ہے، وہ مردِ خدا خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر اس سے رہا نہیں گیا اس نے دوسرے سے پوچھا اس نے بھی ٹال دیا تیسرے سے پوچھا اس نے اعتراف کیا اور کہا کہ ہاں واقعی دولہا میاں بارات میں نہیں ہیں تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ کہیں پیچھے گھوڑے سے گر کر گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں، بارات آگے بڑھ گئی کسی کو خیال نہ آیا، اسی طرح سے دل جسم کی بارات کا دولہا ہے، اس کا خیال سب سے مقدم ہے۔

حضرت جسم کے دولہا کی طرف بے توجہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "بعض لوگوں کو دیکھیں گے۔ صبح اٹھے منہ ہاتھ دھویا، بال بنائے، کپڑے بدلے جوتے پر پالش کی اور دولہا (دل) بھوکا پڑا ہوا ہے، اس کا ناشتہ ندارد (حالانکہ) دولہا پہلے ہے بارات بعد میں"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ونفختُ فیہ من روحی یہی دل سرِ الٰہی اور امانتِ خداوندی کا محل و مرکز ہے۔

شاہ صاحب کے اس بلیغ ملفوظ پر ہم غور کریں تو صاف معلوم ہوگا کہ ہمارا آج کا ماحول و معاشرہ صرف بارات کے سجانے اور اس کا تماشا دیکھنے دکھانے میں لگا ہوا ہے، دولہا بیچارہ بے ناشتہ پانی گڈھے میں گرا پڑا ہے اس کا خیال ہی نہیں آتا۔ کبھی کچھ کہا سنا جائے۔

توجہ دلائی جائے تو اکثر ماحول کا بہانہ کیا جاتا ہے صاحب کیا کیا جائے ماحول خراب ہے، ماحول بگڑا ہوا ہے، مقابلہ کی صلاحیتیں تو مخالف ماحول کی ہیں ابھرتی ہیں صحابۂ کرام کا ماحول کیا موافق ماحول تھا لیکن ان کو جب فطرتِ سلیمہ کی طرف موڑ دیا گیا تو انھوں نے عزم و یقین کے ساتھ اس ماحول کا مقابلہ کیا اور ماحول کے رُخ کو بدل دیا ہے، اور ہماری پوری اسلامی تاریخ ایسے مردانِ حُر کے کارناموں اور ماحول کو یکسر بدل دینے کے تابندہ نقوش سے پُر ہے، شاعرِ اسلام اقبالؒ نے گو اپنے بارے میں کہا ہے لیکن درحقیقت یہ ان تمام جوانمردوں کی ترجمانی ہے جو ماحول کا شکوہ نہ کرکے ماحول سے نبرد آزماں رہتے ہیں۔

اقبال کہتے ہیں۔

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر گاہی

ضرورت صرف تھوڑے فکر و توجہ کی ہے اگر یہ بات حاصل ہوجائے تو بندۂ مومن کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمہ وقت تازہ رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ایسے رہ جیسے کہ تو پردیسی ہے، یا راستہ چلتا مسافر۔ (بخاری)

مگر ہمارے آج کے ماحول میں معاملہ بالکل اسکے خلاف ہے، فانی کی فکر زیادہ باقی کی کم اور شاہ صاحب کی تعبیر میں بارات کی فکر زیادہ اور دولہا کی کم۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات اور مواعظ میں اس بنیاد پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ جن لوگوں نے قوموں کی قسمت بدل دینے یا دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرمانے کا کام انجام دیا ہے ان کے پیشِ نظر یہی حقیقت تھی جس کا حدیث پاک میں ذکر ہوا۔ ہم بھی کچھ کرنا چاہتے ہیں تو بارات سے زیادہ دولہا کی فکر کرنی ہوگی۔ اور اسی میں ہماری صلاحیت کا راز پوشیدہ ہے۔

جب میں نے مدح کی مدینے کی!

مجیب بستوی

آگے چھا گئی دل پر بے خودی مدینے کی
جب ہمارے ساغر کو مئے ملی مدینے کی
چاہئے مجھے یارب زندگی مدینے کی
دید مجھکو خوابوں میں ہوگئی مدینے کی
عالمِ تصور میں آج بھی تعالی اللہ
کوچہ ہے مدینے کا ہے گلی مدینے کی
آپ ہی کے بر تو سے آگئی شہ کونین
میرے خانۂ دل میں روشنی مدینے کی
کاش مسجدِ نبوی میں جھکے جبینِ شوق
کاش مجھ کو مل جائے بندگی مدینے کی
پیاس اپنی جا جا کے قافلے بجھا آئے
لیکن اب بھی باقی ہے تشنگی مدینے کی
چھائی رحمتِ عالم کی گھٹا مرے سر پر
اے مجیب جب میں نے مدح کی مدینے کی

نکاح

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

وہ عظیم سنت مکمل و مسلسل عبادت ہے!

آج ہمارے معاشرہ میں محض ایک دنیا دارانہ کام بن کر رہ گئی ہے

ذیل میں ہم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی وہ اہم تقریر پیش کر رہے ہیں جو ۲۶ر نومبر ۱۹۸۳ء جو مدرسۃ الفلاح آزاد نگر اندور میں مولوی یحییٰ ندوی کے نکاح کے موقع پر کی گئی جو اس موضوع پر بڑی چشم کشا ہے اور نکاح خواں حضرات نکاح و شادی کے موقع پر ان حقائق کو بیان کرنے میں اس سے بڑی مدد لے سکتے ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(الانعام - ۱۶۲-۱۶۳)

(یہ بھی) کہدو کہ میری نماز اور میری عبادت، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے، اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں،

دو عبادتیں جن سے غفلت عام ہے۔

حضرات! ہمارے اس عہد اور ہمارے اس جوار کے ایک بڑے عارف باللہ حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ سرہٗ نے ایک بات فرمائی جس کو میں نے دہرایا بھی، اور لکھا بھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکی پوری گہرائیوں تک ذہن ابھی نہیں پہونچا تھا اور اب بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ پوری گہرائیوں تک پہونچ گیا ہے، فرماتے تھے کہ دو عبادتیں ایسی کہ جن سے لوگ عام طور پر غافل ہیں، بلکہ ان کے عبادت کے ہونے سے بھی ناواقف ہیں، ان کو سرے سے عبادت ہی نہیں سمجھتے، ان پر عادت ہونے کی چھاپ اتنی غالب آچکی ہے کہ عبادت ہونے کی حیثیت بالکل محجوب نہیں بلکہ غائب ہوگئی ہے، ان میں سے ایک نکاح ہے، ایک کھانا، یہ بات حضرت نے بہت سیدھے سادے طریقہ پر (جیسا کہ بزرگوں کا قاعدہ ہے) فرمایا، اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے بڑی گہری بات فرمائی۔

اول تو عبادت کا مفہوم سمجھ لیں، عبادت کا مفہوم کیا ہے، عبادت کا مفہوم ہے کسی کام کو اللہ کی خوشی کیلئے اللہ کے حکم کے مطابق، اس کے رسولؐ کی تعلیم کے مطابق اجر و ثواب کی لالچ میں کرنا، ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشی کے لئے اور اتنا کافی نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکم اور شریعت کی تعلیم کے مطابق، اور اگر اس میں کوئی سنت ثابت ہے تو اس کی سنت کے مطابق اس کو ادا کرنا، اجر و ثواب کی امید پر اور اس پر جو وعدے ہیں ان پر یقین کیساتھ انجام دینا عبادت ہے، اور یہ بات ہر عادت کو عبادت بنادیتی ہے، اور یہ روح نکل جائے تو ہر عبادت خالی عادت اور محض رسم، اور نفس کی پیروی رہ جاتی ہے،

بڑی بڑی عبادتیں اور فرائض اس وقت تک عبادت رہتے ہیں جبتک آدمی ان میں مشغول ہے

ابھی یہاں آتے ہوئے اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ جتنی عبادتیں ہیں وہ اپنے وقت کیساتھ ہیں، اور تھوڑے عرصہ کے لئے ہیں، مثلاً نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، لیکن جب تک آپ نماز کے آداب کے ساتھ اللہ کے سامنے قبلہ رُخ کھڑے ہوئے ہیں تو آپ عبادت میں ہیں، لیکن جیسے ہی آپ نے سلام پھیرا یہ عبادت ختم ہوگئی، روزہ بہت بڑی عبادت ہے، لیکن جب آپ نے روزے کی نیت کی اور روزہ شروع ہوا صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک آپ روزہ کے احکام و مسائل پر عمل کیا، آپ روزہ کی عبادت میں مشغول تھے، لیکن ادھر آپ نے روزہ افطار کیا روزہ کی عبادت ختم ہوگئی، زکوٰۃ کا حال بھی یہی ہے، آپ پر زکوٰۃ فرض ہوئی، اور آپ نصاب کے مالک ہیں، آپ نے مسئلہ کے مطابق زکوٰۃ نکالی، اپنے مال میں سے، اور کسی کے حوالہ کردی، جب حوالہ کردی تو زکوٰۃ کی عبادت ختم ہوگئی، سب سے بڑھکر حج کا معاملہ ہے کہ سب سے زیادہ وقت اسمیں لگتا ہے، سب سے زیادہ مجاہدہ اس میں ہوتا ہے، بڑی ہمت کی چیز، بڑی عزیمت کی چیز اور بڑے مرتبہ کی چیز ہے، لیکن وہ بھی اسوقت ہے جب آپ

احرام باندھا، اور احرام کی نیت کی اور احرام کھولنے تک، اور حج کے آخری مناسک ادا کرنے تک، آپ حج کی عبادت میں مشغول ہیں، لیکن جیسے ہی آپ آخری مناسک سے فارغ ہوئے آپ حج کی عبادت سے فارغ ہوگئے، میرے ذہن نے ابھی آتے آتے کام کیا کہ نکاح کی عبادت بھی عجیب ہے کہ یہ نکاح ایجاب قبول کے بعد سے لیکر سوتے رہیں آپ، جاگتے رہیں آپ، چلتے رہیں آپ، باتیں کرتے رہیں آپ، اس عبادت میں مشغول ہیں یہ عبادت مستمر ہے، یہ عبادت طویل ترین عبادت ہے، اور اسمیں حالات کا تغیر کوئی اثر نہیں ڈالتا، نماز میں حالات کا تغیر اثر پیدا کرتا ہے، مثلاً یہ کہ آپ بول دیئے، نماز کی عبادت ختم ہوگئی، لیکن یہ عبادت ایسی ہے کہ اس میں بولتے رہیئے تو نہ صرف یہ کہ یہ عبادت ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ عبادت اور مقبول ہوجاتی ہے اس میں حکم ہے کہ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، اپنے گھر والوں کے ساتھ باتیں کرو، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو کہانیاں تک سُناتے تھے، بخاری شریف میں اُم زرعؓ کی طویل اور مشہور حدیث ہے، یہ بات کبھی ذہن میں نہیں آئی کہ حضرت نے یہ جو فرمایا کہ یہ عبادت ہے تو یہ ایک ایسی مسلسل عبادت ہے، جس کی مثال مجھے ابھی نہیں مل سکی،

جمالی و جلالی عبادت

بعض عبادتیں جمالی ہی ہیں، بعض عبادتیں جلالی ہی جلالی ہیں، بعض عبادتیں وہ ہیں کہ جب تک مشغول و مصروف ہیں وہ عبادت ہے، قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے، زبان چلتی رہے، پڑھتے رہیں، آنکھ سے پڑھتے رہیں، اس وقت تک آپ مشغول، لیکن یہ ایسی عبادت ہے کہ اکثر عبادتوں کے تنوعات اسمیں ہیں، یہ عبادت ایسی ہے کہ اس میں مختلف مزاجی کیفیات، اور ان مزاجی کیفیات سے کامیابی کیساتھ گذر جانا، اور ان مزاجی کیفیات کو برداشت کرنا اور جو اس میں مزاج کے خلاف باتیں پیش آئیں ان کا تحمل کرنا سب عبادت ہے، تو نہ صرف یہ کہ ایک طویل ترین عبادت ہے، مسلسل بلا انقطاع عبادت ہے بلکہ بہت سے عبادتوں کے رنگ اس میں آگئے ہیں، اس میں جہاد کی عبادت بھی ہے، اس میں حج کا بھی نقشہ ہے، اس میں روزہ کا بر تو بھی ہے، نماز کا عکس بھی ہے، تو یہی بات یہ ہے کہ حضرت نے بالکل القائی بات فرمائی ہے، حضرت نے فرمایا میں نے ایک شخص کو مجلس نکاح میں دیکھا کہ وہ سگریٹ پی رہا ہے، تو میں نے کہا کہ دیکھو ایک شخص نماز میں سگریٹ پی رہا ہے، لوگوں نے کہا کون ایسا بدبخت ہے، جو نماز کی حالت میں ایسی حرکت کرسکتا ہے؟ میں نے کہا یہ عبادت کا موقعہ ہے، سب لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں متوجہ الی اللہ ہیں، اللہ، رسولؐ کی باتیں سنیں گے، اور مسلمان ہستیوں کے، بلکہ سچ پوچھئے تو دو خاندان دو زندگیاں اللہ کیلئے ایک دوسرے سے مربوط ہو رہی ہیں اور شریعت کے مطابق، اور یہ اللہ کا بندہ یہاں سگریٹ پی رہا ہے تو یہ تو عبادت کی مجلس میں سگریٹ پی رہا ہے، اس لئے کہ جہاں عبادت کی جائے، وہ جگہ اللہ تبارک و تعالےٰ کے رحمت کے نزول کی ہوتی ہے، وہ موقع تفریح اور سگریٹ نوشی کا ہے؟

عجیب و غریب عبادت

یہ عجیب و غریب عبادت ہے کہ برسوں چلے گی، کھا رہے ہیں، جب بھی عبادت میں ہیں، سو رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں، جاگ رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں کما رہے ہیں، اور کما کر دے رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں، اس کی تائید میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھوگے وہ بھی صدقہ ہے، وہ بھی عبادت ہے، اور یہاں تک فرمایا کہ انسان کے جو جنسی اور طبعی تقاضے ہیں ان کا پورا کرنا بھی عبادت ہے، پھر صحابۂ کرامؓ سے بڑھکر فقیہ کون تھا، لیکن انکو بھی اس وقت ذرا تامل ہوا سمجھنے میں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کیسے عبادت ہے! اس میں نفس کا تقاضا پورا ہوتا ہے، انسان کے قلب کو اس کے دماغ کو سب کو فرحت حاصل ہوتی ہے، تو اس کا حصہ تو مل گیا، قلب کو قلب کا حصہ ملا، دماغ کو دماغ کا حصہ ملا، جسم کو جسم کا حصہ ملا تو اس میں ثواب کیوں؟ فرمایا، اچھا اگر غلط جگہ اور غلط طریقہ پر آدمی اپنا تقاضا پورا کرتا، تو گناہ ہوتا؟ صحابہؓ نے کہا ضرور، فرمایا تو اس پر تو گناہ ہو اور اس پر ثواب نہ ملے، یہ اللہ کے انصاف سے بعید ہے۔

شریعت کا اعجاز

ابھی تک اس تقاضہ کو پورا کرنے میں کیوں دیر لگی؟ اللہ کا حکم نہیں تھا، وہ بیچ میں جو دیوار کھڑی تھی، حجاب کی، حرمت کی، غیریت کی، وہ دیوار بغیر اللہ کے حکم کے ہٹ نہیں سکتی تھی نکاح پڑھا گیا، ایجاب و قبول ہوا، نکاح پڑھانے والے نے کہا میں نے فلاں کو تمھاری زوجیت میں دیا تم نے قبول کیا؟ اتنے مہر کے بدلہ، نوشہ نے کہا ہاں، بس وہ دیوار فوراً ہٹ گئی، اس وقت تک ساری دنیا اس دیوار کو ہٹانا چاہے، یعنی اسوقت روس اور امریکہ بھی اس دیوار کو ہٹانا چاہیں تو نہیں ہٹا سکتے، اس کو تو ایک کلمہ ہٹائے گا کہ ہاں قبلتُ میں نے قبول کیا، اردو میں کہئے، ہندی میں کہیئے، انگریزی میں کہیئے، لوگ سمجھیں کہ اس نے کہا اور قبول کیا، یہ شرط ہے کہ لوگ بھی سمجھیں کہ ہاں ایجاب و قبول ہوگیا، وہ دیوار پاش پاش ہوگئی، دیوار دھواں ہوکر اڑ گئی، اب اس دیوار کو کوئی دوسرا کھڑا

نہیں کرسکتا، نہ وہ حکومتیں اور طاقتیں اس دیوار کو ہٹا سکتی ہیں، نہ وہ حکومتیں اور طاقتیں اس دیوار کو بیچ میں لاسکتی ہیں، یہ صرف اللہ کے حکم کی طاقت ہے، شریعت کی مسیحائی اور اعجاز نمائی۔

شریعت محمدی اب بھی جوان ہے اور اس کی حکومت قائم

مجھے حضرت مسکین شاہ صاحب حیدرآبادی کی ایک بات بہت پسند آئی، میں نے سُنا کہ ایک بڑی بی حضرت کے پاس بیعت ہونے کیلئے آئیں عمر ۷۰-۷۵ سال کی، حضرت کی عمر بھی ایسے ہی، تو انھوں نے کہا بی بی بیٹھو ایک طرف پردہ میں، اور چادر دیدو ایک سرا آپ پکڑ لیجئے، انھوں نے کہا میاں آپ بھی بوڑھے، میں بھی بوڑھی، آپ بھی ۷۰-۷۵ سال کے اور میں بھی ۷۰-۷۵ سال کی، تو پردہ کاہے کا؟ فرمایا ہاں، بی بی، ہم بھی بوڑھے، تم بھی بوڑھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت جوان ہے، میں کیا کروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت جوان کھڑی ہے، مجھے اس سے شرم آتی ہے، تو بھئی یہ شریعت جوان ہے، اور یہی شریعت آج بھی ہم پر حکومت کر رہی ہے، یہ اتنے سب آدمی اس کے حکم پر چل رہے ہیں، اللہ کے فضل و کرم سے کہ جب تک یہ ایجاب و قبول نہ ہو، شرعی طریقہ پر نکاح نہ ہو، مجال نہیں، کہ مرد عورت کا سایہ بھی دیکھ سکے، آج ہمارے گھروں میں ایسا پردہ ہے، خدا کے فضل سے کہ پرچھائیں نہیں پڑ سکتی، کسی غیر مرد کی، سب سے خون کا رشتہ ہے، اور یقیناً یہاں بھی رشتہ ہوگا، اور ہر جگہ ہے، اور عام طور پر قرابتوں میں شادیاں ہوتی ہیں، لیکن جب تک کہ شریعت بیچ میں نہ آجائے جو جوان ہے، جس کی حکومت اب بھی ہے کوئی کچھ کہے ہماری حکومت ہے، ہماری حکومت ہے، لیکن سچ پوچھئے تو شریعت محمدیؐ کی حکومت ہے، وہ جیسی حکومت ہے، کیا روس کی حکومت ہوگی؟ کیا امریکہ کی حکومت ہوگی؟ یہاں ہے کوئی کسی حکومت والا، کون یہ سب کرا رہا ہے، کون اتنے آدمیوں کو اتنی دور سے بلا کر لایا ہے، کس نے اتنے آدمیوں کو سب کام چھڑا کر یہاں بٹھایا ہے، کس نے اس بچہ کو ابھی تک روکے رکھا، کس نے اس بچی کو اس سے دور رکھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت ہے، اس سے بڑھ کر حکومت کسی کی ہوسکتی ہے، ہوتی ہو تو بتادے، ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ لوگ دیوار کے پیچھے آئے، اور گالیاں دینا شروع کردیں، اور حکموں کو ایسا توڑتے ہیں مسلتے ہیں، پاؤں سے روندتے ہیں، کیا حکومتوں کے آج قانون نہیں توڑے جارہے ہیں، کون سا قانون ہے، جو پورے طور پر چل رہا ہے، لیکن آج بھی اللہ کے فضل و کرم سے کروڑوں انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان رہے ہیں، اور آپ کی شریعت پر چل رہے ہیں، اور جیسے نکاح یہاں ہو رہا ہے، ایسے ہی مراکش میں، اور ایسے ہی الجزائر میں اور ایسے ہی امریکہ میں، خدا کے فضل و کرم سے وہاں بھی مسلمان رہتے ہیں، کیا مجال کہ کوئی مسلمان جس کے اندر ایمان ہے، وہ وہاں امریکہ کے قانون کے مطابق سول میرج کرلے، کوئی شادی ویسے ہی کرے، وہ کرے گا تو ویسے ہی کسی مولوی کو ڈھونڈ کر لائے گا، کسی تبلیغی آدمی کو لائے گا، اور مجلس ہوگی اور سو پچاس آدمیوں کے سامنے نکاح پڑھایا جائے گا، یورپ میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے، کس کی ایسی حکومت ہے، کہ وہ خشکی اور تری پر، شمال اور جنوب پر، امیر و غریب پر، بوڑھے اور جوان پر مرد و عورت پر، ہر ہر ایک پر اس کی حکومت ہو، اللہ کا دین زندہ ہے، اور اللہ کا رسولؐ اپنی قبر مبارک میں بھی زندہ ہے۔ اور اس کی شریعت اس دنیا میں بھی زندہ ہے، یہ معجزہ ہے، اور یہ بات اور یہ طاقت صرف شریعت ہی میں ہے، اور کسی چیز میں نہیں، اس ازدواجی زندگی میں بھی ایسے مرحلے آتے ہیں کہ بعض مرتبہ آدمی بالکل اس کا جی چاہتا ہے کہ اس وقت کچھ کر گذرے، غصہ اتار دے، وہ حقوق کا خیال نہ کرے، حقوق کو پامال کردے، اور دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا، لیکن شریعت روکتی ہے، نہیں یہ عبادت ہے، پھر اس کے اندر کہیں مرضی کے خلاف کھانا مل رہا ہے، کہیں مرضی کے خلاف کوئی بات ہو رہی ہے، سب برداشت کر رہا ہے تو یہ عبادت نہیں، عبادت کا مجموعہ ہے، اور اس میں درجنوں عبادتوں کے نمونے موجود ہیں، اور ان کے عکس موجود ہیں، اس لئے یہ بڑی مبارک عبادت ہے۔

محبوب سنّت

پھر اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب سنّت ہے، اس لئے کہ یہ وہ سنّت ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام امت کے مقابلہ میں زیادہ اختیار دیا گیا ہے، اور یہ نہیں کہ ہم آپ پر پانچ وقت کی نماز فرض تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چھ وقت کی ہو، ایسا نہیں، ویسے تہجد آپ ایسی پڑھتے تھے، ایسی پابندی کرتے تھے، جیسے گویا فرض ہے، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے لئے وہ فرض ہی تھا، لیکن مسئلہ کے اعتبار سے، شرعی اعتبار سے وہی پانچ وقت کی نمازیں آپ کے لئے بھی تھیں، ہمارے لئے بھی ہیں، لیکن نکاح کی وہ سنت ہے کہ آپ کو ہم سے زیادہ بیویاں رکھنے کا اختیار تھا اور کثرت کا عقیدہ ہے اس پر، اور امت کی ان چیزوں میں جن کا ثبوت قطعی اور متواتر طریقہ پر ہو چکا ہے، تو یہ ایسی سنت ہے ــــ (باقی صفحہ ۱۱ پر)

مولانا واضح رشید ندوی - ایڈیٹر، الرائد ندوۃ العلماء لکھنؤ

حاکم کون اور محکوم کون؟

ترجمہ: مقبول احمد ندوی

کچھ عرصہ سے اصلاح پسند اخبارات، ریڈیو اور رسائل و جرائد میں عالمی ذرائع ابلاغ کے نئے وسائل زیر بحث ہیں خاص طور سے ڈش اینٹینا جو عالمی افکار و تصورات کو براہ راست نقل کرنے کے لیے جدید ترین وسیلہ ہے جس نے قومی اور وطنی ذرائع ابلاغ کو بے اثر بنا دیا ہے اور جس سے ہر خاندان متاثر ہے، خصوصاً نوجوان اور نوخیز بچے جن کے اندر ہر سنی ہوئی اور دیکھی ہوئی چیز سے متاثر ہونے کی سب سے زیادہ صلاحیت ہوتی ہے، لیکن یہ تشویش ابھی بہت محدود ہے اور اس کی آواز کمزور، اس نظام کے نقصان دہ اثرات کو دیکھتے ہوئے یہ ردعمل بے اثر ہے اس لیے کہ ابھی اس سے پیدا ہونے والے خطرات کا پورا اندازہ نہیں کیا جا سکا ہے۔

ڈش اینٹینا اس وقت عصری تہذیب و تمدن کا نشان سمجھا جا رہا ہے اور فیشن کی طرح نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے، کوئی ایسا ترقی یافتہ علاقہ نہیں جہاں نہ پایا جاتا ہو، حد تو یہ ہے کہ مقامات مقدسہ بھی اس کی زد سے باہر نہیں، فلک بوس عمارتوں پر جدید تہذیب و تمدن کے علامت کے طور پر نصب کیا جاتا ہے۔ جس سے عالمی ذرائع ابلاغ کی رسائی عام ہوتی جا رہی ہے، پروگراموں میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اس کے مصارف کو کم کرنے کے لیے کرائے پر بھی ڈش اینٹینا اب دستیاب ہونے لگا ہے، اور دنیا کے مختلف ٹی وی چینلوں سے نشر ہونے والے پروگراموں سے لطف اندوز ہونے کے لیے سہولیات مہیا کر کے، وقت گذاری اور تعیش پسندی نیز حظ اندوزی کا یہ نیا نظام پھیل رہا ہے، ان پروگراموں کو دیکھنے کے لیے سنیما ہالوں کی طرح جگہیں مخصوص کی جاتی ہیں، اور نہایت کم اجرت پر اس نظام سے استفادہ کو ممکن بنایا جاتا ہے جو لوگ انفرادی طور پر ڈش اینٹینا اپنے مکانوں پر نصب نہیں کر سکتے وہ اس سے لائن لے کر فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہی دراصل اس نظام کی مقبولیت کا سب سے بڑا راز ہے، یہ سہولیات اب شہروں کے علاوہ پچھڑے علاقوں اور پسماندہ دیہاتوں میں بھی فراہم کی جا رہی ہیں۔

اس جدید نظام کے مضر اثرات صرف اخلاق و عقائد اور طرز زندگی تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ افکار و نظریات، اور سیاسی و اجتماعی رجحانات و میلانات بھی اس سے مسلسل متاثر ہو رہے ہیں، اور آہستہ آہستہ یہ نظام مقامی ریڈیو اور دیگر تعلیمی و تربیتی ذرائع کا متبادل بنتا جا رہا ہے اس کے دلکش پروگراموں سے تخلیقی صلاحیتوں اور پیداوار کے تناسب پر بھی اثرات مرتب ہونے لگے ہیں، اس سے نشر ہونے والے پروگرام صرف تفریحی نہیں ہوتے بلکہ ان پروگراموں میں مغربی افکار و تصورات بھی شامل ہوتے ہیں، جن کا نوجوانوں کے ذہنوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس نظام کے ساتھ ترقی پذیر ملکوں میں غیر ملکی عناصر چاہے وہ ماہرین کی شکل میں ہوں یا مزدوروں کی شکل میں مقامی تہذیب اور طور زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہ عنصر ملک کی طبیعت و مزاج، اور تہذیب و تمدن اور رسم و رواج اور تعداد و روایات، نیز معتقدات و نظریات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ماضی میں یہی خارجی عناصر اجتماعی اور سیاسی خطرات کے باعث بنے، اور ملک کی سلامتی اور وحدت کو خطرہ لاحق ہوا، ملک کے مخلص دانشوروں اور ہمدردوں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود حکومتوں کو اس خارجی عناصر کی طرف سے کوئی تشویش نہیں ہوئی بلکہ غیر ملکی عناصر کے اثرات میں نمایاں طور سے اضافہ ہوتا رہا، بعض اسلامی ملکوں میں غیر ملکی عناصر آہستہ آہستہ زندگی کے بہت سے حساس مراکز پر اپنی گرفت مضبوط کرنے لگے ہیں ان عناصر اور مغربی ملکوں کی بعض تنظیموں کے درمیان جو ان ماہرین اور کاریگروں کو سپلائی کر رہے ہیں گہرے روابط ہو جاتے ہیں، ان عناصر کو ان ملکوں کے بعض تنظیموں کی طرف سے ہدایات ملتی رہتی ہیں اور جو شعبے ان کی زیر نگرانی ہیں، مثلاً اقتصادیات، سیاسیات، تعلیم و تربیت اور ثقافت کلچر ان میں وہ اوپر سے ملنے والے اشارات کی روشنی میں کام کرتے ہیں چنانچہ بہت سے مشرقی ملکوں کے طریقۂ کار، اور جن ملکوں سے یہ عناصر تعلق رکھتے ہیں ان کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت میں ان عناصر کا کافی عمل دخل ہو گیا ہے، حتیٰ کہ ان ملکوں میں بعض خطوں کے داخلی معاملات میں بھی یہ مغربی عناصر غیر معمولی حد تک دخل انداز ہو گئے ہیں۔

بعض اسلامی ملکوں میں ان عناصر کے اثر و رسوخ میں اس حد تک اضافہ ہو گیا ہے کہ انھوں نے بعض علاقے خاص کر لئے ہیں۔ جس میں انکے عقائد اور ثقافت کے مطابق ان کی عبادت گاہیں اور تعلیمی مراکز ہیں، اس کے اندر ان کے ذاتی کارخانے، فیکٹریاں، کمپنیاں اور ورک شاپ ہیں جس میں دوسروں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں، اور اگر خوش قسمتی سے کسی کو کام کرنے کی اجازت بھی مل گئی تو وہ اس ماحول میں بالکل غیر ملکی اور غریب الدیار مسافر کی طرح رہتا ہے۔

ماضی میں اسی طرح کی غیر ملکی کمپنیوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے برطانوی سامراج کو بہت سے مشرقی ملکوں میں در انداز ہونے کا موقع مل گیا تھا، اور جو لوگ، ڈاکٹر، فنکار، اور ماہرین کی حیثیت سے ملک میں داخل ہوئے تھے وہ حکمراں بن بیٹھے۔

اس پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی ملکوں میں تعلیم و تربیت، ذہن سازی و مردم گری اور ذہنی اثر اندازی کا غیر ملکی نظام حالات کو نہایت سنگین بنا رکھا ہے، کیونکہ کسی بھی ملک میں غیر ملکی فکری قیادت، اور غیر ملکی کاریگر و ماہرین کے دو عنصروں کا اخراج بہت جلد اصل شہریوں کے ہاتھوں سے زمام اقتدار غیر ملکی ہاتھوں میں پہونچا دیتا ہے۔

یہ مسئلہ کوئی محدود فروعی اور اخلاقی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بنیادی اور حساس مسئلہ ہے، جسکے اوپر کافی حد تک ملک کے انجام کار، اور اس کے مستقبل، نیز ایک آزاد ملک کی حیثیت سے اس کی بقا کا انحصار ہوتا ہے ہماری فکری اور سیاسی قیادت نے اگر سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور نہیں کیا تو عنقریب ہماری قیادت خود اپنے ہی ملک میں غریب الدیار مسافر بن کر رہ جائے گی، اور اسے خود اپنے ہی دیش سے بے آبرو کر کے نکال دیا جائیگا یا بے اثر گردانا جائیگا اور اس کا بھی وہی عبرت ناک انجام ہوگا جو ان ملکوں کا ہوا جن کا رشتہ ماضی سے کٹ گیا تھا، اور ثقافتی اور جمہوری نیز نسلی حیثیت سے بالکل بدل گئے تھے۔ ایسی صورت حال میں جب کہ مغربی ذرائع ابلاغ کا اثر گھر گھر پہونچ رہا ہے ان کے نمائندے زندگی کے مختلف شعبوں میں اثر انداز ہو رہے ہیں۔

اہل مغرب نے مسلم حکمرانوں کو اسلامی اصول پرستی، اور مسلم اصول پروروں اور اس کے علمبرداروں کے تعاقب میں الجھا رکھا ہے اور ان کو ہر شعبے سے نکالنے پر ان کو مجبور کر رہے ہیں اور مختلف طریقوں سے وہ اپنے اثر و رسوخ کا دائرہ وسیع کر رہے ہیں اور عالم اسلام کے بہت ملکوں میں عملی اعتبار سے زمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے رکھا ہے۔ بعض ملکوں میں ایسی ہی صورت حال قائم ہو گئی ہے جو سامراجی عہد میں قائم تھی، جس میں اسلام اور مسلمانوں، اور اور اسلامی تہذیب و ثقافت، اور اسلامی تعداد و روایات کے خاتمہ کے لئے ریشہ دوانیاں کی گئی، مغرب پرستی کو فروغ دیا گیا، لوگوں کے زبانوں پر تالے ڈالے گئے، اظہار رائے پر قدغن لگایا گیا، بالآخر غیرت مند شہریوں نے آزادی کی تحریک شروع کی، مجاہدوں کا خون پانی کی طرح بہا، تب کہیں جا کر ان ملکوں نے آزادی حاصل کی، اس زمانے میں ایسے افراد موجود تھے جو نیکی اور بھلائی کی دعوت دیتے تھے، اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے، بُری باتوں سے روکتے تھے، اور اہل وطن کی صحیح سمت میں رہنمائی کرتے تھے، اور لوگوں کو ہر ایسے عمل سے باز رکھتے تھے جس سے ملک کی عزت و وقار، اور اس کی شہرت و ناموس داغدار ہو، لوگوں کے اقتدار و روایات اور معتقدات و نظریات کے تحفظ کی کوششیں کرتے تھے۔ ایسے افراد ملک کی سلامتی اور اس کی وحدت نیز اس کی قدیم تہذیبی خصوصیات کے بقا کی ضمانت تھے، اور جب سے یہ صالح عنصر کمزور پڑا ہے، ملک میں غیر ملکی عناصر کا خطرہ بڑھ گیا ہے، جو ملک کو غیر فطری سمت میں لے جا رہے ہیں، اور اسے اسکی قدیم تہذیبی خصوصیات اور رنگا رنگی امتیازات سے الگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے ہیں۔

ترقی پذیر ملکوں میں غیر ملکی عناصر چاہے وہ خادم اور خادمان کی شکل میں ہوں، یا ملازمین اور مشیر کی شکل میں ہوں، یا خارجی نظام ابلاغ و تربیت کی شکل میں ہوں۔ ان ملکوں کی ثقافتی، سیاسی اور نظریاتی سالمیت کے لئے خطرہ ہے۔ وہاں کے شہریوں کے معتقدات و روایات اس عنصر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی، ان عناصر کی سرگرمیوں کا انکشاف اکثر ہوتا رہتا ہے۔ صلیبی و صہیونی تنظیموں، نیز دیگر عالمی تنظیموں کے ذمہ دار افسران کو لکھے گئے خطوط سے جو اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں ان خطرات کا اندازہ ہوتا رہتا ہے۔

ان حالات کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو جو لوگ اصلاح پسند عناصر کے تعاقب میں لگے ہیں، اور ملکوں میں کام کرنے والے ایسے عناصر سے چشم پوشی کر رہے ہیں، وہ یا تو سادہ لوح ہیں، یا وہ اپنے ملک کے بجائے دوسرے ملک کے نمک خوار ہیں یا حالات انکے قابو سے باہر ہو چکے ہیں، اور ان کے اندر خطرات سے نبرد آزما ہونے کی بالکل صلاحیت نہیں، وہ تحریک و عمل کا ہر حوصلہ کھو چکے ہیں۔

کبھی اس طرح ہو تو جیئے

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

آپ کہتے ہیں، کہ آپ کو اپنی زندگی سب سے زیادہ عزیز، اور اپنی جان سب سے پیاری ہے، لیکن اس زندگی کو برقرار اور اس جان کو باقی رکھنے کیلئے جو چیزیں ضروری ہیں کیا وہ بھی آپ کو ایسی ہی عزیز ہیں! کھانے کو غذا ہو، تن ڈھانپنے کو کپڑا ہو، رہنے کو مکان ہو، بس ان تین چیزوں کے علاوہ تو اور کسی شے کی ضرورت زندگی قائم رکھنے کیلئے نہیں؟ اب ارشاد ہو کہ آپ اپنی زندگی کی ان اہم ترین ضرورت کو پورا کرنے پر کہاں تک قدرت رکھتے ہیں؟ آپ اپنے لئے کھانا اپنے ہاتھ سے پکا سکتے ہیں؟ اپنے تن کا لباس اپنے ہاتھ سے تیار کر سکتے ہیں؟ اپنے رہنے کا مکان اپنے ہاتھ سے تعمیر کر سکتے ہیں؟ یا اس کے برعکس، ان میں سے ہر ضرورت کے پورا ہونے کیلئے آپ قدم قدم پر دوسروں کے دست نگر و محتاج ہیں؟

آپ اپنے تئیں شریف کہتے ہیں، معزز کہتے ہیں، علم والا کہتے ہیں، پھر کیا اپنے ہاتھ سے اپنی اہم و لازمی ضرورتوں کو پورا کرنا، آپ کی شرافت، آپ کی عزت، اور آپ کے علم کے منافی ہے؟ کسی شخص کو بڑا عہدہ نہیں ملتا وہ بدقسمت کہلاتا ہے، کسی کو خطاب و اعزاز نہیں ملتا وہ اس کی ہوس میں ساری عمر سر ٹکراتا پھرتا ہے، کوئی امتحان میں فیل ہو جاتا ہے، آپ اسے نالائق قرار دیتے ہیں، کوئی شخص "علوم و فنون" میں دستگاہ نہیں رکھتا، اسے آپ جاہل کہہ کر پکارتے ہیں، لیکن جو شخص اپنی ضروریات زندگی کے پورے کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، جو شخص نہ اپنے کو کھلا سکتا ہے، نہ اپنے کو پہنا سکتا ہے، نہ اپنے کو موسم کی سختیوں سے بچا سکتا ہے، اس کے لئے آپ کی زبان میں کوئی لفظ نہیں؟ جن نمائشی "علوم و فنون" کی دنیا کو مطلق حاجت نہیں، جن ایجادوں اور صنعتوں سے دنیا کی تباہی و بربادی ہی روز بروز بڑھتی جاتی ہے، جن مشغلوں اور پیشوں سے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں اٹکی ہے، ان پر وقت صرف کرنا، روپیہ صرف کرنا، محنت و توجہ صرف کرنا، عزت ہے، شرافت ہے، قابلیت ہے، کمال ہے، دانائی ہے، فضیلت ہے! اور فطرت کی جن ضرورتوں پر امیر و غریب، شاہ و گدا، عالم و جاہل، ہر انسان کی سانس کا دارومدار ہے، انہیں کے حاصل کرنے میں، انہیں کے سیکھنے میں، توہین ہے، بے عزتی ہے، کسر شان ہے!!

آپ کے رسول مقبول صلعم تو اپنا سارا کام خود اپنے دست مبارک سے کر لیا کرتے تھے، خادموں اور ملازموں کے محتاج نہ تھے، کپڑوں میں پیوند اپنے ہاتھ سے لگا لیتے، اونٹوں کو خود ہی باندھتے اور چارہ دیتے، کاشانۂ مبارک کی جاروب کشی دست مبارک ہی سے ہوتی، مکان کی مرمت اپنے ہاتھ سے فرما لیتے، بازار سے سودا سلف اپنے ہاتھ سے خرید لاتے، غرض ادنیٰ سے ادنیٰ کسی کام میں بھی آپ کو تامل نہ تھا، وہ سب سے بڑے ہو کر بھی ان کاموں سے اپنی توہین نہ سمجھتے، اور آپ چھوٹے ہو کر ان میں اپنی توہین سمجھ رہے ہیں! رسول اللہ کی "نقل" سے بھی الگ ہو کر خود اپنی "عقل" سے مشورہ فرمائیے، کوئی پہلو آپ کو اپنی موجودہ ذہنیت کے جواز و تائید میں آتا ہے؟ کھانا وقت پر نہ ملے، کپڑا خراب قسم کا ہو یا خراب دُھلا ہو، مکان ناقص تیار ہوا ہو، تو آپ اپنے نوکروں پر، اپنی بیوی پر، کیسے کچھ ناخوش ہوتے ہیں، پر آپ اپنے اوپر کبھی غصّہ نہیں فرماتے کہ اپنی تہذیب و تعلیم، فضل و کمال، دانائی و خوش فہمی کے اس ادعا کے ساتھ آپ اپنے لئے وہ بھی نہیں کر سکتے، جو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ جانور اپنے لئے بآسانی کرتا رہتا ہے!

منقول از: سچ ۸ نومبر ۱۹۲۶ء

ملک فہد کے نام

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا مکتوب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی خود نوشت سوانح حیات "کاروان زندگی" کا پانچواں حصہ بھی شائع ہو گیا ہے، یہ حصہ اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ اس میں مولانا کے فکر، اخلاص، غیرت اسلامی ملت کی فکر، خیر خواہی اور جذبۂ دعوت کے ساتھ کتاب و سنت سے ان کی گہری واقفیت، قوموں، معاشروں اور انقلابات کے تاریخ پر مجتہدانہ بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، کتاب میں خادم الحرمین الشریفین "شاہ فہد کے نام بھی ایک خط ہے، جس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک مخلص اور بے لوث داعی کو افراد و شخصیات اور حکومتوں کی ہم نوائی سے بلند ہو کر قوم و ملت کے مفاد اور بقاء اسلام بلکہ نشر و اشاعت اسلام کی کیسی فکر و تڑپ ہوتی ہے کتاب پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے خلیجی جنگ کے موقع پر جہاں عراق کے طرز عمل اور صدام حسین کے بعثی خیالات پر تنقید کی وہیں مملکت سعودی عرب کے سربراہ کو بھی خط لکھا اور ان کو ان کی ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا، کتاب مذکور میں یہ پورا خط اور اس کا جواب شائع ہوا ہے، ہم اس خط کو ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں کہ اس میں داعیانہ اسلام کیلئے بڑا سبق ہے!

حضرت خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز! حفظہ اللہ وقوّاہ وحماہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

اس وقت عالم اسلام جس سنگین اور المناک صورتحال سے دوچار ہے، جزیرۃ العرب، حرمین شریفین کی خصوصاً اور اسلامی ملکوں کو عموماً جن چیلنجوں اور خطرات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اندیشوں اور خطرات کے انھیں احساسات سے مجبور ہو کر راقم الحروف یہ مکتوب اور اپنی تصنیفات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے یہ مخلصانہ عریضہ ایسی شخصیت کے نام لکھا جا رہا ہے، جو اس راقم سطور کے نزدیک اس صورتحال کا سامنا کرنے اور اس سے نمٹنے کی سب سے زیادہ اہلیت رکھتی ہے، اگر ممکن ہوتا تو راقم سطور اپنے مضطرب و بے تاب دل اور احساس کرب سے دردمند دماغ کو اس مخلصانہ عریضہ کے صفحات پر نکال کر رکھ دیتا، اگر روشنائی کے بجائے خون جگر اور آنسوؤں سے یہ تحریر رقم کی جا سکتی، اور بذات خود حاضر ہو کر زبانی گفتگو کے ذریعہ مافی الضمیر کو ادا کرنا اس وقت ممکن ہوتا تو اس سے بھی دریغ نہ کرتا لیکن اس وقت ہمارے ملک کے حالات ایسے سنگین ہیں، اور بعض شواریاں ایسی حائل ہیں کہ بذات خود حاضری سے قاصر ہوں، اس لئے اللہ تعالیٰ پر توکل اور معزز مکتوب الیہ کی فراست پر اعتماد کرتے ہوئے یہ عریضہ تحریر کیا جا رہا ہے کہ آپکو اس وقت کے نازک حالات اور وقت کے سنگین تقاضوں کا خود علم ہے، اور ان امیدوں اور آرزوؤں کا بھی اندازہ ہے، جو ذات گرامی سے وابستہ کی گئی ہیں۔

اس وقت عالم اسلام عموماً اور جزیرۃ العرب اور بلاد مقدسہ خصوصاً ایسے سنگین اور فیصلہ کن مرحلہ سے گذر رہے ہیں، جس کا مقابلہ کرنے اور اسکے ازالہ کی کوشش میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کی گنجائش نہیں، اور نہ کسی امکانی جد و جہد سے گریز ممکن ہے، صورتحال اس حد تک سنگین ہے، جس کی تصویر آیت قرآنی: اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ۝ وَقِیْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ (جب جان گلے تک پہنچ جائے اور لوگ کہنے لگیں (اس وقت) کون جھاڑ پھونک کرنیوالا ہے؟) سے بہتر کھینچی نہیں جا سکتی۔

راقم الحروف آپ کے بیش قیمت اوقات اور گراں بار ذمہ داریوں کا لحاظ کرتے ہوئے امکانی حد تک اختصار کے ساتھ چند معروضات پیش کرتا ہے کہ آپکی ذہانت و ذکاوت، دین اسلام سے آپ کی صحیح معرفت، قرآن مجید کے مطالعہ و غور و فکر، حدیث شریف اور سیرت مبارکہ، قوموں اور معاشروں کی تاریخ سے جو واقفیت آپکو ہے، اس کی بنا پر زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

۱۔ کتاب و سنت کی ہدایت اور دنیا کی تبدیلیوں اور انقلابات کی تاریخ کی روشنی میں سب سے مؤثر اور مفید چیز ہے، اللہ کے ساتھ صدق و اخلاص کا معاملہ، اس کی طرف رجوع و انابت، ساتھ ہی فرد اور معاشرہ کی زندگی میں ہر ممکن اصلاح، معاشرہ سے منکرات، اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے محروم کرنے والے اعمال و اخلاق کا ازالہ، اور سماجی، سیاسی، انتظامی اور انفرادی زندگی سے تساہلات (سہل انگاریوں) اور تضادات کا دور کرنا قرآن و حدیث اس پر شاہد ہیں، سیرت مبارکہ، خلفائے راشدین اور پابند دین اور خدا پرست بادشاہوں کی زندگی میں اس کے بے شمار نمونے موجود ہیں، ان کی تفصیل اور واقعات و اسماء کے تذکرے و تعیین کی یہاں ضرورت نہیں، خلاصہ یہ کہ انابت الی اللہ، اصلاح امت و ازالہ منکرات کی جد و جہد، اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے، مصیبتوں

لہ سورۃ القیمۃ۔ آیت ۲۶، ۲۵

اور دشواریوں کے وقت قوموں اور معاشروں کو بُرے نتائج سے محفوظ رکھنے کی مؤثر ترین تدبیر ہے، جن کا عام ذرائع واسباب فوجی قوت یا بڑی طاقتوں کی تائید وحمایت مقابلہ نہیں کرسکتی،

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تمام اسلامی ملکوں اور قوموں کے اندر دو ایسے خلا پائے جاتے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے وجود، دعوتِ اسلامی کی پیش رفت وترقی، انسانوں کے قلب وعقل کو مسخر کرنے بلکہ اس دعوت کے متعلق غور وفکر کرنے پر آمادگی میں بڑی زبردست رکاوٹیں پیدا کردی ہیں، اس سے آگے بڑھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس خلا نے مسلمانوں میں تہذیبی اور ارتداد اور عقائد و سلوک میں انحراف اور فساد کا خطرہ پیدا کردیا ہے، اس لئے فوری طور پر اس خلا کو پُر کرنا ضروری ہے۔

پہلا بنیادی خلا ایسے مثالی معاشرہ (سوسائٹی) کا فقدان ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہو، اور عقائد واخلاق سے لیکر معاملات اور زندگی کے تمام شعبوں میں وہ اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار ہو، انسان اس فضا اور ماحول میں امن وسکون اور طمانیتِ قلبی محسوس کرے، ایمانی خوشبو اس کے مشامِ جان کو معطر کردے، حقیقی سعادت سے آشنا ہو اور یہ محسوس کرے کہ یہ معاشرہ خوشیوں اور خوش بختیوں کا گہوارہ اور ایسی جنت ہے، جہاں وہ اسلامی تعلیمات، اعلیٰ اخلاقی قدروں کو کارگر، قیادت میں سرگرم عمل، اور اسلام کو چلتے پھرتے اور بولتے دیکھ رہا ہے، مسجد سے لیکر بازار، عدالت سے لیکر گھروں تک اور عقائد سے لیکر معاملات تک میں اسلام کی حکمرانی اور اسی کی چھاپ ہے، افسوس ہے کہ یہ مثالی معاشرہ ایک تاریخی یادگار اور قصۂ ماضی بن کر رہ گیا ہے، جو تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے، اس وقت ایسے اسلامی معاشرہ کو دوبارہ بحال کرنا اسلام ہی کی نہیں پوری دنیا کی اولین اور بنیادی ضرورت ہے۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ سعودی حکومت ہی ایسے اسلامی معاشرہ کو قائم کرنے کی زیادہ اہل ہے اور اس پر قادر ہے کہ اس کا خمیر ہی اسلامی دعوت سے تیار ہوا ہے، اور اس کا نشوونما بھی اس ماحول میں ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت بھی اس کے ہم رکاب رہی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بلاد مقدسہ اور حرمین شریفین کی تولیت ونگرانی کا شرف بھی اسکو عطا کیا ہے، جہاں حج کی بدولت ہر سال دنیا کے گوشہ گوشہ سے مسلمان آیا کرتے ہیں، اس لئے تمام قوموں کی نگاہیں سعودی عرب کی حکومت پر لگی ہوئی ہیں۔

۳۔ عالم اسلام کا دوسرا خلا کسی ایسی طاقت ور اور مومنانہ دعوت وقیادت کا فقدان ہے جس کے اندر مردانگی کا جوہر، بلند نگاہی، عالی ہمتی، دوراندیشی وپیش بینی کے ساتھ، ان بڑی طاقتوں کا سامنا کرنے کی صلاحیت اور قدرت بھی ہو جنھوں نے بغیر کسی جواز واستحقاق کے نوعِ انسانی کی زمامِ قیادت اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے، اور جو اسلامی ملکوں اور قوموں کی قسمتوں کی مالک بن بیٹھی ہیں، اسی کے ساتھ اس اسلامی قیادت میں ایثار وقربانی، جرأت وشجاعت کی روح، صبر واستقلال کے جذبہ اور شوق سے سرشار ہونا، نیز زہد وتقشف کے ساتھ (اگر ضرورت ہو اور حالات کا تقاضہ بھی تو) خطرات میں کود پڑنے کی ہمت اور طاقت بھی رہنی چاہیئے، کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ قومی ایمان بر شمال جرأت وشجاعت اور جرأتمندانہ اقدامات سے متأثر ہوتا ہے، اور اس کا ثناخواں بن جاتا ہے، بڑی طاقتوں کو للکارنے (خواہ کھوکھلے نعروں اور پروپیگنڈوں کیلئے ہو) کا بھی نفسیاتی اثر پڑتا ہے، اور لوگوں کے عقیدے اور رجحانات اس سے متأثر ہوتے ہیں، پھر اس طرح کا مظاہرہ کرنے والے اگر الحاد وگمراہی کے علمبردار ہوئے (چہ جائے کہ وہ اپنے طور وطریقہ میں انحراف کا شکار ہوں) اور اُن کا تعلق کسی ملحدانہ فکر یا فلسفہ یا کسی صلیبی سازش سے ہے (جیسا کہ بعث پارٹی کا معاملہ ہے) تو یہ چیز عوام کی فکر وعقیدہ میں تزلزل پیدا کردیتی ہے اور وہ بعض اوقات الحاد کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ لوگ خاص طور سے نوجوانوں کا اولوالعزم طبقہ جوان عالمی طاقتوں کو ناپسند کرتا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر سازش اور منصوبہ بندی اور ہر کوشش میں مؤید اور مددگار ہوتی ہیں) ہر اس شخص کا گرم جوشی سے استقبال کرتا ہے، جو بہادری کے ساتھ ان طاقتوں کے سامنے آئے، خواہ وہ کھوکھلا چیلنج ہو یا صرف زبانی جمع خرچ ہو، یہ چیز ان کے عقیدہ پر بھی اثر انداز ہوتی ہے، اس میں شبہہ نہیں کہ کسی معقول تدبیر وانتظام کا اپنی جگہ نہ ہونا، یا کسی ضروری چیز کا خلا غیر طبعی ہے، اور وہ زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتا۔

اس خلا کو پر کرنا بہت ضروری ہے، اسی طرح بڑی طاقتیں جس طرح عالمی سیاست میں دخل اندازی کرتی ہیں، اور اسلامی ملکوں کی سیاست وقیادت پر اثر انداز ہوتی ہیں، ان کی قوت وتاثیر سے غصہ وجھنجھلاہٹ کے شکار، اور اکتائے ہوئے نوجوانوں کو دور رکھنا اور بجائے ملحد وبے دین قائدین اور اصحاب اقتدار کے مخلص و دیندار اور قلب سلیم رکھنے والے قائدین وحکام کی طرف ان کو متوجہ کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے، چونکہ مملکت سعودیہ عربیہ فاسد عقائد اور شرک وبدعت کی برائیوں سے پاک وصاف اور صحیح اسلامی عقیدہ کی حامل ہے،

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرمین شریفین کی خدمت اور تولیت کا شرف بھی عطا فرمایا ہے، اس لئے وہی اس بنیادی خلا کو آسانی سے پُر کرسکتی ہے اور آپ جیسی شخصیت جس کو اللہ تعالیٰ نے شرافتِ وطن وشرافتِ منصب دونوں نعمتیں عطا فرمائی ہیں، یہ کام انجام دے سکتی ہے، اس لئے کہ آپ کے خاندان کی قدیم وجدید تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا ہے، اور اس کی کتاب کو حَکَم بنایا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت اور طریقہ پر عمل پیرا ہونے کا اہتمام کیا ہے۔

عالمِ اسلام کی نگاہیں اس وقت ایسے شخص پر لگی ہوئی ہیں جو سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کا رول ادا کرے، جنھوں نے پہلی صدی ہجری کے اواخر میں صرف ڈھائی سال کی مختصر مدت میں اپنے اخلاص، فیصلہ کن عزم وارادہ، زہد وتقشف، سادہ مثالی زندگی، اعلیٰ اخلاقی قدروں پر مضبوطی اور استقلال سے جمے رہنے کی بدولت، وسیع ترین اسلامی معاشرہ کو تبدیل کرکے رکھدیا، اور صالح حکومت قائم کرتے، اس کو نفس اور خواہشات کی غلامی اور تعیش پسند قوموں کی تقلید اور پیروی سے نکال کر معتدل اور متوازن اسلامی طرزِ معیشت اختیار کرنے اور آخرت کو ترجیح دینے میں کامیاب ہوگئے۔

عالمِ اسلام کیلئے دوسری مثالی شخصیت

مجاہدِ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی کی ہے جنھوں نے چھٹی صدی ہجری میں صلیبیوں کی کمر توڑ کر رکھدی تھی، اور محض اپنے گہرے اور طاقتور ایمان، غیر متزلزل یقین جہاد کے والہانہ عشق، اپنی پاکیزہ اسلامی سیرت زاہدانہ زندگی، اور قائدانہ وحکیمانہ طرزِ عمل کے ذریعہ بیت المقدس اور فلسطین کو بازیاب کرنے اور وسیع اسلامی ممالک اور بلادِ مقدسہ اور عرب ملکوں کو دشمنوں سے محفوظ کرنے میں کامیاب رہے۔

خادم الحرمین الشریفین! شاید مشیتِ خداوندی نے آپ کی ذات کو اس طرز کے غیر معمولی کارنامہ کو انجام دینے کیلئے تیار کیا ہے، اس لئے کہ آپ کا نشوونما اسلام کے گہوارہ میں ہوا ہے، اور حجازیوں کی سرزمین اور شیر صفت مردانِ کار کے وطن میں آپ پلے بڑھے ہیں، اگر عزمِ مصمم، ارادۂ قوی اور توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہو تو یہ کام دشوار نہیں، یہ کارنامہ جس دن انجام پائے گا وہ دن اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ میں درخشاں اور تاباں دن ہوگا، اور سعادت وخوش بختی آپ کے قدم چومے گی۔

آپکی صحت ودرازیٔ عمر اور آلِ سعود کے لئے دعاگو

۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ — ابوالحسن علی ندوی
۶ر دسمبر ۱۹۹۳ء

ملکِ معظم نے اس خط کا جو جواب دیا اور جو اہتمام کے ساتھ مکتوب الیہ کو پہونچایا گیا، وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ملک فہد کا جواب اور راقم کے نام اُن کا گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مملکت سعودی عرب

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن علی الحسنی الندوی! اسلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج بعافیت ہوگا۔

مکتوب گرامی موصول ہوا جس میں آپ نے مسلمانوں کی موجودہ صورتحال اور مستقبل میں ان کو درپیش خطرات اور چیلنجوں کے متعلق اپنے مخلصانہ احساسات وجذبات کا اظہار فرمایا ہے، اس کے ساتھ آپ نے مملکتِ سعودیہ اور میری ذات کے بارے میں جو توقعات ظاہر کی ہیں، ان کیلئے ہم آپ کے شکر گذار ہیں، ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ قرآن وسنت اور سیرتِ مبارکہ کی ہدایت کی روشنی میں پوری دنیا میں اسلام کی سربلندی کی راہ میں مسلمانوں کی جس خدمت کا عہد سعودی حکومت نے کر رکھا ہے، اس محکم اور غیر متزلزل پالیسی پر ہم گامزن رہیں گے، اور انشاء اللہ مقدور بھر کسی کوشش اور جدوجہد سے دریغ نہ کریں گے۔

ہم کو اس کا پورا احساس وادراک ہے کہ جبتک کتاب وسنّت اور سیرتِ مبارکہ سے صحیح رہنمائی حاصل نہ کی جائے گی، اور خلفائے راشدین کی سیرت، تابعین عظام، مصلحین ومجددین اُمت اور اسلامی تاریخ کی چیدہ وبرگزیدہ ہستیوں کے طرزِ عمل کو اُسوہ نہیں بنایا جائیگا، اُسوقت تک یہ مُلک حقیقی اسلامی زندگی سے آشنا نہیں ہوسکتا اور نہ عزت وسربلندی ہی سے وہ سرفراز اور کامیابی وترقی سے ہمکنار ہوسکتا ہے، اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ آج کل مسلمانوں کو جو حوادث ومصائب اور بحران درپیش ہے، حقیقت میں اس بات کا امتحان اور ابتلاء وآزمائش ہے کہ وہ کس حد تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند اور اس کے پابند ہیں۔

ایسے سنگین حالات میں جب کہ اُمتِ مسلمہ کو ان چیلنجوں اور خطرات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے دست بہ دعا ہیں اور ہمیں اس کی ذات سے قوی امید بھی ہے کہ فتح ونصرت کے جو وعدے اس نے مسلمانوں سے کئے انھیں وہ پورا فرمائے گا، اور دشمنوں کی تمام چالوں اور تدبیروں کو ناکام بناکر اس اُمت کو راہِ حق پر ثبات واستحکام عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا بھائی

فہد بن عبدالعزیز آل سعود

ملک المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

ریاض ۲۰ر شعبان ۱۴۱۴ھ
۲ر فروری ۱۹۹۴ء

پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی صدر شعبہ عربی وفارسی الہ آباد یونیورسٹی

سلطان صلاح الدین ایوبی
مثالی کردار

جب یورپ کی عیسائی دنیا نے اپنے خیال کے مطابق قبر مسیح کے تحفظ کا بہانہ بنا کر عالم اسلام پر یلغار کی اور فلسطین کے بیشتر حصے پر قبضہ کر کے مسلمانوں پر ظلم وستم توڑے اور انھیں خانماں برباد کر دیا تو خدا تعالیٰ کی توفیق سے سلطان نور الدین زنگی اور ان کے بعد ان کے جانشین مرد مومن سلطان صلاح الدین ایوبی نے جہاد کا علم بلند کیا اور کامیابیاں حاصل کیں سلطان صلاح الدین ایوبی نے نوے برس صلیبی قبضہ کے بعد بیت المقدس کو دوبارہ واپس لیا۔

تاریخ میں ان جنگوں کو صلیبی جنگوں کے نام سے یاد کیا گیا کیونکہ عیسائی پادریوں نے صلیب اٹھا کر یورپ کے شہروں اور گاؤں کی آبادیوں کو اس مقدس جنگ کے لئے آمادہ کیا، پادریوں کی آواز پر تمام عیسائی دنیا نے لبیک کہی، اور مرد، عورت اور بچے اس جنگ میں شریک ہونے کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے، فرانس کے ایک دور دراز گاؤں کا ایک چھوٹا گھرانہ بھی جو مسیح کے تحفظ کی خاطر اپنے مذہبی جذبہ کے زیر اثر روانہ ہوا، یہ گھرانہ مرد لویس، عورت ہیلانہ اور ایک شیر خوار بچہ پر مشتمل تھا۔ دونوں جوان تھے اور دونوں نے ایک دوسرے سے ٹوٹ کر محبت کی تھی، ان کے لئے ایک دوسرے کی جدائی شاق اور ناقابل برداشت تھی۔ یہ اس وقت پہونچے جب فلسطین کے ساحلی شہر عکا میں صلیبی فوجیں قلعہ بند تھیں جہاں سمندر کی جانب سے انھیں مسلسل کمک پہنچ رہی تھی، مسلمانوں کی فوجوں نے خشکی کی جانب سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ مگر شہر فتح نہیں ہو پا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے سلطان ایوبی کو فکر و پریشانی لاحق تھی، اس وجہ سے بھی کہ صلیبی اپنی طاقت جمع کر رہے تھے اور سلطان نے خود دیکھا کہ محاصرہ کے پہلے ہی روز سے کشتیاں صلیبی فوجیں کو لیکر لنگر انداز ہوئی تھیں، سلطان کے مقرب مشیر و قاضی ابن شداد بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلطان کو دیکھا کہ وہ دعا اور گریہ وزاری کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا: سلطان اللہ تعالیٰ آپ کی دعا ضرور قبول کرے گا اور آپ فتحیاب ہوں گے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فتح و کامرانی کے دروازے کھول دیئے، اور صلیبیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، ہیلانہ کا شوہر لویس اس کے خیمہ سے کئی روز سے واپس نہیں ہوا تو اس نے رونا اور چیخنا شروع کیا۔ اس خیمہ کے پڑوس کی عورت نے یقین دلایا کہ وہ صلیب کی حفاظتی جنگ میں کام آگیا، اس نے تسلی دی کہ چھوٹا لویس زندہ ہے اب اس کی تعلیم و تربیت کر کے اپنے شوہر لویس کی یاد زندہ رکھے مگر ہیلانہ سخت اضطراب، بے چینی اور مردمی کے احساس کا شکار ہوگئی، اس کی نظر کے سامنے اپنے گاؤں کی پرسکون زندگی اور لویس کے ساتھ محبت امن، عافیت، اور خوشگوار گذرے ہوئے لمحات ایک کر کے آنے لگے اس کی وجہ سے اس کے آنسو رواں ہوگئے، رات بڑی بے قراری سے گذری لیکن کسی وقت رات کے آخری حصے میں نیند آگئی، اس کا بچہ اس کی گود میں میٹھی نیند سو رہا تھا۔ دن چڑھے تک اس کی نیند کھلی تو اس کا بچہ غائب تھا وہ ایک چیخ مار کر دیوانہ وار خیمہ سے نکلی اور آس پاس کے سارے خیمے ٹٹول ڈالے مگر بچہ نہ ملا، اب اس کے غم و اندوہ کا لاوا پھٹ پڑا اور روتی پیٹتی صلیبی فوجی سربراہوں کے خیمہ میں پہونچی اور اپنے بچہ کی گمشدگی کی خبر سنائی ان لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور فریاد کرے بادشاہ بڑا رحمدل اور خوش اخلاق ہے وہ ضرور فریاد سنے گا ہیلانہ دیوانہ وار روتی اور فریاد کرتی مسلمانوں کے لشکر کی جانب روانہ ہوئی، قریب پہونچی تو روک دی گئی، پوچھا گیا کہ کیوں رو رہی ہے اور کیسے آئی ہے؟ اس نے اپنے شوہر کے قتل اور بچہ کے لاپتہ ہونے کے بارے میں بتایا اور کہا کہ میں سلطان سے ملنا چاہتی ہوں، ہائے میرا بچہ!، میرا شوہر، ایک مسلمان فوجی نے اس کی بے کسی اور رنج و غم کو دیکھکر سلطان کے خیمہ کی جانب روانہ کر دیا، اس کے رونے اور بلبلانے کی آواز سن کر قاضی ابن شداد نکل پڑے اور اس سے ماجرا پوچھا اس نے اپنے دکھ کی کہانی سنادی قاضی ابن شداد نے کہا کہ سلطان اس وقت بیحد مشغول ہیں تم تھوڑی دیر انتظار کر لو، اس نے کہا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا بچہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے مجھے سلطان سے ملاقات کرنے دو قاضی صاحب نے اشارہ کیا اور کہا اس شخص کیساتھ چلی جاؤ، اس نے سمجھا کہ سلطان کے پاس لے جائی جا رہی ہے اس لئے خاموش ہوگئی مگر جب اس نے اپنے کو قیدیوں کے خیمہ میں پایا تو اس نے رونا چلانا

شروع کر دیا ہائے میرا بچہ، خیمہ کے آخری سرے پر ایک قیدی سر جھکائے بیٹھا تھا اس چیخ پکار کی آواز سنی تو متوجہ ہوگیا آواز جانی پہچانی لگی اس نے غور سے دیکھا پھر اس پر اس کی نظریں گئیں تھوڑی دیر کے بعد سلطان نے اس عورت کو طلب کیا وہ چلی گئی، اس کے جاتے ہی اس قیدی نے چیخنا شروع کیا میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، خیمہ کے تمام قیدی اور پہرہ دار اور آس پاس کے خیمہ والے حیرت زدہ تھے، کہ اب تک اس قیدی نے کبھی اونچی آواز میں گفتگو نہ کی تھی انتہائی سنجیدگی، شرافت، بردباری کا معاملہ کرتا تھا۔ اچانک اسے کیا ہوگیا۔ لوگوں نے بہت پوچھا مگر ایک چیخ کے سوا اور کوئی جواب نہ تھا، سلطان صلاح الدین کو اس کے بارے میں خبر کی گئی سلطان نے بلا بھیجا، سلطان کے خیمہ میں پہنچتے ہی اس کا چیخنا چلانا بند ہوگیا۔ سلطان کے احترام، اس کے اعلیٰ اخلاق اور اس کی عنایت، نوازش اور کرم سے وہ بیحد متاثر تھا، اس نے اپنی اس اسیری کی مدت میں بادشاہ اور اس کے لشکر کے حسن اخلاق کو دیکھکر بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے خیمہ میں نظر دوڑائی تو وہ عورت مطمئن اور خوش نظر آئی اس کی گود میں بچہ کھیل رہا تھا، وہ سلطان کو شکر و احسان آمیز نظروں سے دیکھ رہی۔ اچانک اٹھی اور سلطان کے قدموں میں گر کر رونے لگی، سلطان کا دل بے چین ہوگیا اور اس نے اسے تشفی اور تسکین دی اور سر اٹھانے کیلئے کہا، وہ قیدی یہ منظر دیکھکر بے اختیار اس عورت کی جانب لپکا، بچے نے دیکھا تو چیخ پڑا: ابا جان! اور اس کی گود میں آگیا، ہیلانہ نے حیرت اور دہشت سے دیکھا، اس کی آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا، پھر کہا لویس! کیا تم زندہ ہو؟ سلطان بات سمجھ گئے اور اپنی نظریں دوسری جانب پھیر لی۔ ان دونوں کو ملاقات کا موقع دیا، سلطان متوجہ ہوئے تو دونوں کو اپنے روبرو بیٹھا دیکھا، ان کے الفاظ ان کا ساتھ نہ دے رہے تھے، سلطان نے کہا کہ ہم نے وہی کیا جو ہمارے دین نے ہمیں حکم دیا ہے، ہیلانہ نے کہا: کیا آپ کا دین اس کا حکم دیتا ہے؟ ہاں بلاشبہ اسلام سارے جہان اور ساری دنیا کیلئے رحمت ہے، ہیلانہ نے کہا: کیا ایک بیکس عورت اس رحمت سے ہمکنار نہیں ہوسکتی کیا یہ اسلام کے گھنے سایے تلے زندگی نہیں بسر کر سکتی سلطان کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور کہا کہ خدا کی رحمت عام ہے اس سے ہر کوئی لطف اندوز ہوسکتا ہے، تو پھر میں کیسے مسلمان ہوسکتی ہوں، سلطان صلاح الدین نے جواب دیا: گواہی دو کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، اس نے کلمہ شہادت ادا کیا اور پلٹ کر دیکھا تو اس کا شوہر لویس بھی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ رہا تھا، دونوں اپنا بچہ لئے ہوئے مسرت کے ساتھ سلطان ایوبی کی مجلس سے نکلے لویس نے کہا کہ ہمارے گھر کا باغ: بنفشہ کے پھول، پھلدار درخت اور ان کے گھنے سایے اب کیسے ہوں گے؟ جہاں ہماری محبت والفت پروان چڑھتی تھی کیا ہم پھر اس محبوب گاؤں میں پہونچ پائیں گے۔ لویس، نہیں! اب ہم واپس نہ جائیں گے، اگر محبت کی بود وہاں پروان چڑھی تھی تو سر چھپا اور کھلا جانے کے بعد یہاں از سر نو شاداب ہوئی ہے، ہم نے یہاں خدائے عزوجل کو پہچانا، شرافت، اخلاق، انسانیت اور اعلیٰ کردار سے روشناس یہاں ہوئے ہیں، لویس اب ہم یہاں ہی رہیں گے، یہی وہ زمین ہے جہاں عیسیٰ مسیح پیدا ہوئے، ہم نے مسیح کو کھویا نہیں بلکہ ان کے ساتھ نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پا گئے ہیں، چند گھنٹوں کے بعد اسلامی فوج فتح کیلئے روانہ ہوئی تو نومسلم لویس اسلامی جھنڈا ہاتھ میں لئے آگے آگے چل رہا تھا.....

(نیز) نکاح ایک عظیم و وسیع مکمل و مسلسل عبادت ہے!

کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ امت کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہے، اس سے آپ سمجھ لیجئے کہ یہ محبوب سنت ہے، محض ایک چہل پہل، رونق یا اپنی شان و شوکت کا اور اپنی دولت کا اظہار (جیسے بعض جگہوں پر ہوتا ہے) مقصود نہیں ہے بلکہ خالص عبادت ہے۔

وسیع و متعدی ثواب

اس کو عبادت سمجھ کر کرے تو انشاء اللہ توشہ کو بھی ثواب، ماں کے سرپرستوں، بزرگوں اور افراد خاندان کو بھی ثواب، اور بچی کے گھر والوں کو بھی ثواب، اور اس میں حصہ لینے والوں کو بھی ثواب، اس میں آنے والوں کو بھی ثواب، اور مٹھنے والوں کو بھی ثواب، اور گواہ بننے والوں کو بھی ثواب اور سب کو ثواب، یہ ایسی متعدی اور وسیع دائرہ کی عبادت ہے کہ جو اس شامیانہ کے نیچے آجائے، یہ شامیانہ مراد نہیں، یہ بھی اچھا ہے، لیکن وہ عبادت کے شامیانہ کے نیچے، شادی کے شامیانہ کے نیچے، وہ سب اس ثواب کے کام میں شریک ہیں، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، البتہ نیت صحیح ہونی چاہیئے، اور شریعت کے احکام کو ڈھونڈنا چاہیئے، آپ کی معاشرت کا، آپ کے گھر کی زندگی، اہل بیت کی زندگی کا مطالعہ اہتمام کے ساتھ ہونا چاہیئے، ان سب چیزوں کے اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

عورت کی شخصیت اور اسکی حیثیت

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

ڈاکٹر شبیر احمد ندوی
شعبۂ عربی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی

عورت کا لفظ ایک بھرپور شخصیت کے وجود پر دلالت کرتا ہے ایسا وجود جو قلب و جگر کی تسکین کا باعث بھی ہے اور نسل انسانی کی افزائش کا ذریعہ بھی۔ انسانی عزم و حوصلہ کا محرک بھی ہے اور دنیا کے بڑے بڑے حادثات و واقعات کا معمار بھی، شعراء و ادباء کے قلم کی حرارت بھی ہے اور علماء و فضلاء کی طویل بحثوں کا پسندیدہ موضوع بھی۔ بقول اقبال ؎

وجود زن سے ہی تصویر کائنات میں رنگ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تمہاری دنیا کی چیزوں میں عورت اور خوشبو مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔" (نسائی مسند احمد بن حنبل) مزید آپ نے فرمایا کہ "جس گھر میں عورت نہ ہو وہ گھر ویران ہے۔"

غرض دنیا کی ہر قوم میں اور تاریخ کے ہر موڑ پر عورت اپنا وجود ثابت کرتی رہی ہے اور اپنا رول ادا کرتی رہی ہے۔

گذشتہ کئی برسوں سے عورت کے مسئلہ کو بڑی اہمیت دی جا رہی ہے "عورت اور اسلام" کے عنوان سے نہ صرف اخبارات و رسائل میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی اسے اظہار خیال کا موضوع بنایا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر مذاکرے بھی ہو رہے ہیں۔ چونکہ عورت کو ایک عورت ہی بخوبی سمجھ سکتی ہے اور اس کے احساسات و جذبات کی خاطر خواہ ترجمانی کر سکتی ہے اس لئے ذیل میں ہم "عورت خصوصاً مسلمان عورت اور اس کی حیثیت" سے متعلق مصری فاضلہ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی کے خیالات پیش کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن یا بنت الشاطی جیسا کہ وہ مشہور ہیں عصر حاضر کی پہلی عرب خاتون ہیں جو اس زمانہ میں علوم قرآن اور اصول الدین جیسے خالص اسلامی مضامین کے درس و تدریس کا مشغلہ اپنائے ہوئے ہیں انھوں نے ایک ایسے ماحول میں جہاں آزادئ نسواں کی تحریک زور شور سے چل رہی ہے نہ صرف یہ کہ علم دین کی تحصیل کا کام ہمت اور شوق سے جاری رکھا بلکہ اس میں بلند مقام حاصل کیا۔ اور بالآخر ایک دردمند اسلامی مفکر کی حیثیت سے اپنا پیغام بھی نشر کرنا شروع کر دیا ہے یہ حقیقت ہے کہ "عورت کی شخصیت اور عصر حاضر کی زندگی میں اس کی ذمہ داریوں" کو دور اور قریب کے بیشمار افراد نے ان کی تحریروں سے بھی سمجھا ہے۔ باطل افکار و نظریات رکھنے والے فرقے اور گمراہ جماعتیں جیسے یہاں قادیانی وغیرہ کی تردید نیز جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ عربی زبان سائنس اور علوم عالیہ کی تعلیم و تدریس کی زبان نہیں بن سکتی ان کو منھ توڑ جواب دینے میں ان کی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر عائشہ کی ابتک دسیوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اسلام سے متعلق ان کے خیالات نہایت واضح اور دو ٹوک ہیں۔ اس دور کے بیشمار مسلم طالب علم اور طالبات کے دل و دماغ ان کے نتائج فکر سے روشن ہیں۔

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن ایک ممتاز علمی اور دینی گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے خاندان میں علم اور علماء کا احترام ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ ان کی پرورش دریائے نیل کے ساحل پر آباد علم و ادب کے ایک گہوارے میں ہوئی یعنی ان کا گھر نیل ندی کے پل کے قریب دمیاط نامی بستی میں واقع ہے۔ ان کے نام کے ساتھ۔ الشاطی۔ یعنی ساحل بحر کے نسبت کوئی مکانی نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ان کی دادی یا نانی میں سے کوئی ایک کسی وقت دریائے نیل کے ساحل پر ڈوب کر مر گئی تھیں چونکہ یہ حادثہ انتہائی اندوہناک اور جذباتی تھا اس لئے یادگار کے طور پر انھوں نے اس کو ہمیشہ کے لئے اپنے نام کا ایک جز بنا لیا۔ اور اب تو وہ اسی نام سے مشہور ہیں۔

موجودہ سماج میں عورت کی حیثیت اور اہمیت

اسلامی دنیا میں اور پوری مسلم سوسائٹی میں عورت کی حیثیت وہی ہے جو مرد کی ہے۔ مرد کی حیثیت سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ دوسرے لفظوں میں اسی بات کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسکی وہی حیثیت ہے جو واقعی ہونی چاہیئے۔ امت اسلامیہ میں عورت کی شخصیت اور اس کی حیثیت سے کھلواڑ کبھی نہیں کیا گیا۔ وہ تو جب مسلمان، عورت جادۂ اعتدال سے منحرف ہو گئی، پھر پورے انداز سے انیم عریاں حالت میں گھر سے باہر سڑکوں اور پارکوں میں نکلنے لگی۔ اور رقص و سرور کی محفلوں میں شریک ہونے لگی تب اس

کے خلاف یہودی امنگوں اور آرزؤں نے سر اٹھایا اور اسی تاریخ سے ہمارے دشمنوں نے ہمارے اوپر بری نظر ڈالی ورنہ سچ تو یہ ہے کہ عورت در اصل امت اسلامیہ میں عزت و آبرو اور عفت و عصمت کی مظہر کامل مانا گیا ہے۔

شروع شروع میں یہ ضرور ہوا کہ عورت کی نامناسب آزادی اور اس کے بے جا خلا ملا پر سماج نے پابندیاں عائد کیں۔ اور جب بھی وہ کبھی گھر سے ناشائستہ طریقہ پر نکلی ہے تو اسکی گرفت بھی کی۔ لیکن اس دور میں جب یہ خیال عام کیا جانے لگا کہ پردہ دقیانوسیت کی علامت ہے اور جدید عورت (ماڈرن لیڈی) کے لئے اس میں کوئی عزت اور وقار کی بات نہیں ہے، سماج کا بگاڑ یہیں سے شروع ہوا۔ ظاہر ہے سماج بگڑا نہ ہوتا تو لوگ اپنی بہو بیٹیوں کو کلبوں اور رقص و سرود کی محفلوں میں شریک ہونے اور سڑکوں پر کھلے عام گھومنے کی اجازت نہ دیتے ایک عورت اپنے شوہر کے لئے صرف اسی وقت تک زندگی کی متاع گراں رہتی ہے جب تک وہ اپنے شوہر کی وفادار رہتی ہے۔ لیکن برا ہو تہذیب و شرافت کے دشمنوں کا کہ انھوں نے پردہ کی روایت حسنہ کو قدامت پرستی اور دقیانوسیت سے تعبیر کرنا شروع کر دیا تو عورت بھی کچھ مصنوعی خفت اور کچھ جھلاہٹ میں بے پردہ گھروں سے باہر نکل کھڑی ہوئی۔ نتیجہ میں اسے حاصل تو کچھ نہیں ہوا البتہ وہ خود متاع کوچہ و بازار بن کر رہ گئی۔

عورت اور نوکری

عورت کی آزادی اور اس کی بے پردگی ہی دفتروں میں اس کی نوکری کا مسئلہ بھی جڑا ہوا ہے۔ ماڈرن عورت کے لئے نوکری میں بہت کچھ کشش ہے اور بزعم خویش نوکری کو وہ اپنے بہت سے مسائل کا حل بھی سمجھتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں عورت کی نوکری کا اس کے علاوہ اور کوئی تصور نہیں کہ وہ باقاعدہ مسلمان رہے۔ اور اس طرح مسلمان خاتون بجائے کہ نسوانیت کے اسلامی قالب کے وسیع ترین مفہوم کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو۔

قرآن مجید میں مسلم خاتون کے کردار کی بھرپور تصویر کشی کی گئی ہے۔ اور مثال میں حضرت آسیہؑ ——— زوجۂ فرعون کی زندگی پیش کی گئی ہے اس کے بالمقابل غیر مسلم خواتین سے متعلق حضرت نوحؑ اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں سے مثال دی گئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت غیر مسلموں کے معاملے میں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ کہ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انھوں نے اپنے اُن شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آسکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا کہ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔ اور اہل ایمان کے معاملے میں اللہ فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جب کہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لئے اپنے یہاں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے۔ اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دیدے۔ سورۂ تحریم آیت ۱۱-۱۰

اسلام کے عروج اور اقتدار کے زمانہ میں آج کی طرح عورت ذلیل و حقیر کبھی نہیں تھی۔ بلکہ باعزت اور محترم تھی۔ مذکورہ بالا سیاق و سباق کی روشنی میں عورت کی نوکری SERVICE یہ ہے کہ ایک شفیق ماں، اور مگر یک باوقار مالکہ کی حیثیت سے وہ اپنی ساری ذمہ داریاں نبھائے۔ اور اسی مخصوص دائرہ میں اپنی حقیقی کشش کھوئے اور اپنی شخصیت کو مسخ کئے بغیر وہ جو چاہے کرے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتی ہے۔ تو وہ یورپین لیڈی بن پائے گی اور نہ ہی ایک مہذب، شائستہ مشرقی خاتون بس وہ رنگ و کیف کا ایک سامان اور بے پائی کا بادل بن کر رہ جائے گی۔ اور آج کی تمام خواتین کی یہی خوبیاں ہیں۔ جن میں ہم کسی بھی مسلم خاتون کو ملوث دیکھنا نہیں چاہتے۔

ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت اپنی اصلیت پر سختی سے قائم رہے اور ہر حال میں اپنی پاک دامنی کو برقرار رکھے۔ پاک دامنی ایک جوہر ہے جو خود عورت کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کسی زید، عمرو اور بکر کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ پاک دامنی ایک ایسی چیز ہے جو باہر سے کسی پر لادی نہیں جا سکتی بلکہ یہ ہمیشہ سے خود عورت کے ہاتھ میں رہی ہے۔ چنانچہ انسانی معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ عفت اور عصمت کا احترام کرتا ہے۔ اس احساس کے ساتھ کہ یہ احترام اس کی طرف سے کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اسکی عین ذمہ داری اور اس کا انسانی فریضہ ہے۔ یہی کے ساتھ ساتھ مسلمان عورت پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے تشخص اور اپنے وجود کا ثبوت مسلسل دیتی رہے۔ ایسا وجود جو آزاد اور شریفانہ ہو وہ اس بات کو قطعی نہ بھولے کہ بہر حال وہ ایک ماں ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر عہد قدیم سے، جب سے کہ حضرت ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تھی ہم بھی حج کے دنوں میں ایک ماں کے ایثار کی یادگار کے طور پر آج تک صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے چلے آرہے ہیں۔ غور فرمایئے کہ ایک خاتون کے کردار کی آنی اہمیت بڑھی کہ وہ شعار حج قرار دے دیا گیا۔ بلاشبہ یہ بڑا اہم موقعہ ہوتا ہے جس میں اس کا اہتمام کرنا چاہیئے

اور خاص طور سے خواتین کو تو اور ہی لحاظ رکھنا چاہئے کیونکہ یہ محض حضرت ہاجرہؑ کی سعی کا عمل ہی ہے جو رہتی دنیا تک کے لئے حج کا شعار بنا دیا گیا۔ تو پھر ہم کیوں نہ ہر سال اس کا اہتمام کریں اور جشن منائیں۔ جب کہ اسی موقع پر "عیدُ الام" جشن مادر کے نام سے ایک غیر عربی اور غیر اسلامی جشن کا ہم اہتمام کرتے ہیں ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ ہم کسی فکری صلاحیت کے فقدان کا شکار ہیں۔ بلکہ ہم لوگ عصر حاضر کے دجالوں کے جنگل میں ہیں۔ اور جدید بہائیت کے زد میں ہیں۔

اسلام میں عورت کے حقوق

ایک بار ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی سے لندن میں پوچھا گیا کہ اسلام نے عورتوں کو کیا دیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ اسلام نے ہمیں اتنا دے دیا ہے کہ جتنا میں تنہا اور تمام طبقۂ نسواں اپنی پوری زندگی کی سعی اور جدوجہد کے باوجود حاصل نہیں کر پاتا اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ دنیا جس چیز کو آج حقوق نسواں کے نام سے یاد کرتی ہے وہ دراصل ذمہ داریاں اور فرائض ہیں۔ رہا گھر سے باہر رہنے اور آنے جانے کی اجازت کا سوال۔ تو اسلام میں یہ باقاعدہ پہلے ہی حاصل ہے۔ لیکن وہ کس کے لئے ہے۔ گھر کی مالکنوں کو نہیں بلکہ بیوقوفوں۔ کم عقلوں اور دیوانوں کو۔

عورت کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ وہ ایک ذمہ دار شخصیت کی مالک ہے۔ اور اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی وضع قطع پر قائم رہے۔ اپنے فرائض کی انجام دہی کرتی رہے۔ اس امتیازی وصف کے کہ وہ "معاشرہ کی ماں" ہے۔

آزادی کا تصوّر

انسانی معاشرہ کے تمام ہی افراد کے لئے آزادی درحقیقت شعور اور خیر و شر کی تمیز کے ساتھ احساس ذمہ داری کا نام ہے۔ اسی لئے سن بلوغ تک پہونچنے سے پہلے عورت کے لئے آزادی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس آزادی میں اس کا کوئی فائدہ ہے۔ بلکہ اس مدت میں اس کے والدین ہی اس کے مفادات کے نگراں رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچ جائے۔ اس طرح آزادی شعور اور تمیز کے ماتحت ہے۔ اور مرد و عورت دونوں ہی اس سن رشد کے پابند ہیں۔ اور یہ پابندی ایسی ہے جس سے کوئی بیوقوف، دیوانہ اور مجنون ہی بری الذمہ ہو سکتا ہے۔

عورت کی نوکری اور اس کے خطرات

"عورت اور نوکری" کے بارے میں کوئی ترقی یافتہ معاشرہ یا کوئی مہذب انسان سوچ ہی نہیں سکتا۔ وہ اس لئے کہ بنی نوع انسان کا وجود اور ان کی پوری تاریخ عورت کی کارکردگی اور اس کی لامحدود مشغولیت کے بارے میں نہ صرف گواہی دیتی ہے بلکہ اس کی تائید بھی کرتی ہے ابتدائے آفرینش سے عورت کھیتوں، باغوں، گاؤں اور دیہاتوں بلکہ زندگی کے تمام ہی میدانوں میں کام کرتی چلی آرہی ہے۔ اب بھلا مذکورہ بالا مواقع کے علاوہ اور کون کون سے مواقع باقی رہ جاتے ہیں جہاں عورت کام کرتی ہوئی دکھائی دے۔ یا مذکورہ میدانوں میں کام کرنے والی، خواتین کے علاوہ اور کون سی عورت ہوگی "جو کام کرنے والی عورت کہلائے گی۔

اس موقع پر ایک دلچسپ قصہ یاد آرہا ہے آپ بھی سن لیں! ایک سیدھا، سادا دیہات کا کسان تھا وہ اپنی بیوی کے نام شناختی کارڈ بنوانا چاہتا تھا چنانچہ وہ شہر گیا۔ اور اس نے ایک پریس میں شعبۂ طباعت کے انچارج کو تفصیلات بتائیں۔ انچارج نے اس کی بیوی کی عمر نام اور پتہ لکھنے کے بعد پوچھا کہ تمہاری بیوی کہاں کام کرتی ہے دیہاتی نے جواب دیا: گھر میں۔ پریس کے انچارج نے دوبارہ پوچھا کہ تمہاری بیوی، کہاں کام کرتی ہے۔ تو کسان کا جواب وہی پہلے کی طرح تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ آخر کار آفیسر انچارج نے پھر پوچھا کہ بھائی گھر کے علاوہ اور کس جگہ اور کس شعبہ میں تمہاری بیوی کام کرتی ہے۔ کسان نے جواب پھر نفی میں دیا۔ تو آفیسر نے کام (پیشہ) کے خانے میں نل Nil لکھ دیا۔ یہ دیکھ کر سادہ لوح کسان حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے کہا کہ جناب عالی۔ آپ نے یہ کیا لکھ دیا۔ کیا وہ واقعی کام ہی نہیں کرتی۔ جب کہ واقعی حالت یہ ہے کہ وہ بیچاری رات اور دن چوبیس گھنٹے کام ہی کرتی رہتی ہے۔ اور جناب میرا خیال تو یہ ہے کہ ایک عورت کے لئے گھر سے باہر کام کرنے کے مقابلے میں اپنے گھر میں کام کرنا زیادہ بہتر اور زیادہ سودمند ہے۔ اور اگر گھر کے کام کو کام نہیں سمجھتے تو بہتر ہے کہ آپ اسے گھر کی مالکن لکھئے۔

غرض کہ عورت اس طرح سے ہمہ وقت کام میں مشغول دکھائی دیتی ہے۔ رہا سول آفسز میں عورت کے باقاعدہ نوکری کرنے کا مسئلہ۔ تو یہ بہر حال خطرہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ جو عورتیں گھر میں رہتی ہیں اور گھریلو حدود میں کام کاج کرتی ہیں وہ اپنی عزت و آبرو محفوظ رکھتی ہیں اسی طرح وہ عورتیں بھی محفوظ رہتی ہیں جو اجنبی مردوں کے اختلاط سے علیحدہ صرف عورتوں کے ماحول میں کام کرتی ہیں۔ لیکن جو عورتیں مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں

وہ مریضانہ ذہنیت والے افراد کی بدنیتی اور ان کی ہوس کا نشانہ ضرور بنتی ہیں پھر بھی کوئی عورت اگر مردوں والے ماحول میں کام کرنے پر مجبور ہو تو پھر ایسی صورت میں اس کے لئے اور اس کی عزت و ناموس کے لئے پردہ انتہائی ضرور ہو جاتا ہے۔

جو عورتیں بن، سنور کر اور بے پردہ اجنبی مردوں اور عام نوجوانوں کے سامنے آتی ہیں اور جن عورتوں کا جسم رنگ برنگے کپڑوں کے اندر سے جھلکتا دکھائی دیتا ہے اسلام انھیں پسند نہیں کرتا۔ اور ایسی صورت میں ان نوجوانوں کو بھی کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا جو بن سنور کر، کھلی سڑکوں پر بے پردہ نکلنے والی عورتوں کو چھیڑتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں بلکہ خواتین سے گذارش کی جاتی ہے کہ آپ اس طرح نکلتی ہیں اور امید کرتی ہیں کہ نوجوان آپ کی طرف متوجہ بھی نہ ہوں۔ یہ خیال خام ہے۔ آپ پہلے پردہ میں رہنے کی کوشش کریں درمیانہ چال چلیں پھر دیکھیں آپ کے راستے میں کوئی نہیں آئے گا۔

مسلم خواتین کی شخصیت

اسلام میں عورت کی شخصیت وہی ہے، جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر آپ ملکۂ سبا، دختران مدین یا عہد نبویؐ کی اس خاتون کے حالات ملاحظہ فرمائیں جو کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد نے مرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے۔ حالانکہ میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد کو بلایا اور فیصلہ اس کے حق میں کر دیا۔ یہی واقعہ النہایۃ میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ اس خاتون نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میرے والد نے جو کچھ کر دیا ہے میں اس کی اجازت دیتی ہوں لیکن ساتھ ہی یہ بھی چاہتی ہوں کہ عورت کا حق واضح ہو جائے "اسلام میں عورت کی شخصیت" پر اس واقعہ سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک جمعہ کو ایک خاتون عین خطبۂ نماز کے وقت خلیفۂ دوم عمرؓ بن الخطاب کو ٹوک دیا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نمازیوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ مہر کی رقم زیادہ نہ رکھا کرو۔ بلکہ اسے صرف ۲۵ درہم تک ہی محدود رکھا کرو۔ مزید آپ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اس سے زیادہ رکھا تو میں زائد رقم لے لوں گا اور اور مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دونگا۔ جیسے ہی آپ منبر سے اترے اور قبل اس کے کہ امامت کے لئے پیش قدمی کریں عورتوں کی صف سے ایک خاتون کھڑی ہوئیں اور وقت کے جلیل القدر خلیفہ سے اس طرح مخاطب ہوتی ہے کہ اے عمرؓ مذکورہ بیان آپ کے شایان شان نہیں ہے آپ کو یہ بات نہیں کہنی چاہیئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور فرمایا کیوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سورہ نساء میں ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہتے ہو اور ان میں سے ایک کو مال کثیر دے رہا ہو تو پھر اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ سورہ نساء آیت ۲۰

سارے مجمع نے حیرت زدہ اور دم بخود ہو کر اس منظر کو دیکھا۔ حضرت عمرؓ دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور خطاب فرمایا: اے لوگو! محترم خاتون نے صحیح فرمایا۔ البتہ عمرؓ نے غلطی کی۔ بیشک عمرؓ سے غلطی ہو گئی۔ یہ ایسا تاریخی جملہ ہے جو تاریخ کے کانوں میں آج بھی گونج رہا ہے یہ جملہ جہاں ایک عورت کے مقام و مرتبہ اور اس کی شخصیت پر شاہد عدل ہے وہیں یہ جملہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ ایک مسلمان حاکم اور اس کے عدل و انصاف کا معیار اور منظر کیا تھا۔

خلاصۂ بحث یہ کہ عورت اکسیری حیثیت کی مالک ہوتی ہے اور کسی بھی معاشرہ کے عروج و زوال میں کلیدی رول ادا کرتی ہے۔ اس لئے نہ اس کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا غلط استعمال ہو سکتا ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک انتہائی کارآمد اور فعال ہستی کو اس کے حقیقی اور تعمیری حدود میں برسر کار اور مشغول رہنے دیا جائے اسلام چونکہ ایک فطری اور خالص دین الٰہی ہونے کی وجہ سے عورت کو اس کا جائز حق ادا کرتا ہے اور اسے تعمیر انسانیت کے سلسلے کا ایک ضروری اور لازمی رکن قرار دیتا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے فطری راستے پر گامزن ہونے کی دعوت بھی دیتا ہے۔

(بقیہ) سفر قادیان

اور کچھ مرزا کی کتابوں کا جائزہ بھی پیش کیا جائے اسی طرح مختلف عدالتوں نے جو فیصلے کئے ہیں ان کو بھی سامنے لایا جائے اور مختصر سا خاکہ قادیانیت کے مختلف ادوار کا پیش کیا جائے لیکن تنگ دامانی تعمیر حیات اس کی متحمل نہیں ہے اس لئے یہیں اس کو ختم کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم کی توفیق عطا فرما دیں۔

آخری جملہ بھی غور سے پڑھئے: تذکرہ میں ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء کی وحی صفحہ ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹ پر ہے "اور یہ دونوں مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعوی مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے میں نے ان کے لئے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا (حقیقۃ الوحی ص ۳۰۶ و ص ۳۰۷) اور ص ۲۶۸ تذکرہ میں ہے۔ مجھے دو بیماریاں مدت دراز سے تھیں.... ایک شدید درد سر اور یہ مرض تقریباً پچیس برس تک دامنگیر رہا..... دوسری مرض ذیابیطس تخمیناً بیس برس سے ہے۔

حقیقۃ الوحی ص ۳۶۳ و ص ۳۶۴

امین الدین شجاع الدین

عزم و ہمتِ درویش

دینی و عصری علوم کے امتزاج اور منفرد و ممتاز درسگاہ "جامعۃ الھدایۃ" کے بانی سیکڑوں اور ہزاروں کے مربی و معلم، مخلص و باخدا ہستی جامع ذات و منبعِ فیوض و برکات عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مجددی نقشبندیؒ نے تقریباً تین ماہ کی علالت کے بعد ۵ رجنوری ۱۹۹۴ء کو جانِ جانِ آفریں کے سپرد کردی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے حادثۂ وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا اور ایک عہد ساز شخصیت دینی، اصلاحی، تعلیمی قومی ملی اور انسانی خدمات کے انمٹ نقوش چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر درحقیقت گھر گیا۔

ساری عمر خدا کی مخلوق کو خدا کی طرف بلانے والی شخصیت خدا کے حضور حاضر ہوگئی اور مخلوقِ خدا کی دلجوئی کرنے والی اور ان کے زخموں پہ مرہم رکھنے والی محسن و غم گسار ذات اپنے منعم حقیقی سے جا ملی جو محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا، بلکہ انھیں لازوال نعمتوں کا مژدہ سُنایا جاتا ہے۔ یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر)

اپنے علم و فضل، کمالِ تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت اور خدمتِ قوم و ملت کی بدولت وہ فخرِ قوم کے منصب پر فائز تھے، اور درحقیقت سید القوم خادمھم کی عملی تفسیر اور بے کلی و بے قراری کی منہ بولتی تصویر تھے۔ آہ! عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا اور بالآخر، رجنوری ۱۹۹۴ء بروز جمعہ بعد نماز عصر گھاٹ گیٹ قبرستان جے پور میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں تدفین عمل میں آئی ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مجددیؒ نے آج سے ۴۰ سال پہلے مشہور زمانہ عالم و مصلح عارف باللہ حضرت شاہ ہدایت علی صاحبؒ کے خانوادہ شہر جے پور میں آنکھیں کھولیں، والد ماجد جناب الطاف علیخاں صاحب مرحوم نامی گرامی حکیم تھے اور عمدۃ الحکمائے سے ملقب تھے، ٹونک ان کا ننیہال تھا جو اس زمانہ میں دینی علم و ادب کا مرکز اور مسلم تہذیب و ثقافت کا گہوارہ تھا۔ ان کے پرنانا حضرت سید احمد شہیدؒ کے قافلۂ جہاد میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور عالمِ پیری میں بھی، جبکہ ان کے اعضاء و جوارح جواب دے چکے تھے، ان کا شوقِ جہاد سرد نہ ہوا تھا۔ اس طرح تربیت کے لئے گھرانہ میں ہی علم و روحانیت کا پاکیزہ ماحول نصیب تھا، اور تعلیم کیلئے اپنے دادا کا لگایا ہوا چمن "مدرسۂ تعلیم الاسلام" عرف "عربک کالج" جے پور جیسا علمی مرکز میسّر تھا، اعلیٰ تعلیم کے لئے ان کے سرپرستوں کی نظرِ انتخاب فرنگی محل لکھنؤ پر پڑی جس کی ان دنوں چار دانگِ عالم میں شہرت تھی، تحصیل و فراغتِ تعلیم کے بعد وہ جے پور لوٹ آئے جہاں اپنے دادا کی نگرانی میں انھیں تزکیہ و احسان کے مدارج کامل کرنا مشیت ایزدی کو منظور تھا۔ حضرت شاہ ہدایت علی صاحبؒ کی نگاہ و جوہر شناس نے اپنے پوتے میں ان اوصاف کو دیکھ لیا تھا جو علم و تزکیہ کی جامعیت کے متحمل ہوسکتے تھے، اور جو ان کے تعلیمی و اصلاحی مشن کے امین و پاسباں ثابت ہو سکتے تھے چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ کی نظرِ کیمیا اثر اپنا کام کرگئی اور دادا کے فیضانِ صحبت سے انھیں صرف تعلم اور اصلاح و تربیت کے اعلیٰ مدارج ہی نصیب نہیں ہوئے بلکہ ان میں خلوص و استقامت اور علوئے ہمت جیسی صفات بھی پیدا ہوئیں جن کے بغیر کوئی عدیم المثال کارنامہ انجام دینا ممکن نہیں ہوا کرتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مجددیؒ کی کردار سازی اور شخصیت سازی میں ان کے دادا حضرت شاہ محمد ہدایت علی صاحبؒ کا اہم کردار تھا، اس لئے آپؒ کے تذکرہ کے بغیر بات نامکمل رہے گی۔

حضرت شاہ محمد ہدایت علیؒ جہاں ایک طرف تشنہ کامانِ رشد و ہدایت کی ساقی گری کرتے رہے وہیں علم کی شمع کو فروزاں رکھنے کی تگ و دو میں بھی برابر لگے رہے۔ مساجد کی تعمیر کے ساتھ مدارس کا اجراء ان کی زندگی کا ایک اہم باب ہے، قدرت نے انھیں تصنیف و تالیف کا ذوق بھی بخشا تھا، چنانچہ ان کی تصنیفات میں "معیار السلوک" "احسن التقویم"۔ "در لالثانی" اور "فتوح الحرمین" جیسی بلند پایہ کتابیں شامل ہیں۔ انھیں دینی غیرت و حمیت کا بھی حصہ وافر ملا تھا، چنانچہ علومِ شرعیہ کے حاملین کے لئے ان کی خواہش تھی کہ ایک طرف وہ علم دین کے حامل ہوں اور دعوتِ دین کا جذبۂ صادق اور صلاحیت رکھتے ہوں تو دوسری طرف مالی اعتبار سے بھی کسی کے دستِ نگر

نہ ہوں اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی صلاحیت اپنے اندر موجود پاتے ہوں۔ اس مقصد کے تحت وہ ایک ایسے جامعہ کا قیام عمل میں لانا چاہتے تھے جہاں طلباء کو علم دین کیساتھ صنعت و حرفت سے بھی آراستہ کیا جاسکے، اس نئے متوازن اور انقلابی نظامِ تعلیم کا یہ خواب ان کی زندگی میں شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا، اور ۱۹۵۱ء میں وہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

"شمعِ ہدایت" کے خاموش ہوجانے کے بعد حوصلہ مند پوتے نے اپنے دادا کے تعلیمی و اصلاحی مشن کی تکمیل کو اپنا مقصدِ زندگی بنایا۔ حضرت مولانا محمد عبدالرحیم صاحب مجددیؒ کی اصلاحی، مساعیِ جمیلہ کے سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان کے زمانہ میں حلقۂ ارادت برصغیر ہند و پاک تک محدود نہیں رہا بلکہ ان کا فیضان برطانیہ و امریکہ اور ساؤتھ افریقہ و سعودی عربیہ تک پہونچا اور سینکڑوں نہیں ہزاروں کے دلوں کو ایمان و یقین کی حرارت دے گیا اپنے دادا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مولانا مرحوم نے نہ صرف مسجدیں تعمیر کیں اور کئی ایک مساجد کی توسیع و تجدید میں فراخدلانہ کردار نبھایا، بلکہ حضرت شاہ ہدایت علی صاحبؒ کے تعلیمی مشن میں سرِ فہرست ایک ایسے ادارہ کے قیام کا بیڑہ اٹھایا جہاں علومِ شرعیہ کے ساتھ سائنسی و تکنیکی تعلیم کا نظم ہو دینی تعلیم کے ساتھ سائنسی و تکنیکی تعلیم کے اجراء کی یہ آواز بیگانوں میں ہی نہیں، اپنوں میں بھی نامانوس تھی۔ اگر اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا اور قدرت نے حضرتؒ کو اخلاص مندی، اولوالعزمی اور ثباتِ قدمی نہ نصیب کی ہوتی تو دینی و عصری علوم کے امتزاج کی اس پکار کے صدا بصحرا ہونے میں کچھ کسر باقی نہ تھی مگر حضرتؒ کو ایک دھن تھی، ایک لگن تھی، بلکہ سچ پوچھیے تو ایک سودا اور نشہ تھا حالات کی برہمی، اپنوں کی بیگانگی اور غیروں کی بے مروتی کیا کچھ ان پر نہ بیتی مگر انھوں نے فرہاد کا جگر پایا تھا اور جگر کے ان لفظوں کو عمل کے قالب میں ڈھالنا سیکھا تھا ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں، زندگی دشوار ہوجائے

جامعہ کے لیے ایک وسیع و عریض آراضی کا حصول ایک پیچیدہ اور دشوار گذار مرحلہ تھا، مدارسِ عربیہ و اسلامیہ کی تاریخ میں اٹھایا جانے والا یہ خوش آئند و انقلابی قدم ہوئے شیر لانے کے مترادف تھا مگر حالات کی نامساعدت سے مغلوب نہ ہونے کا عزم صحیح تھا چنانچہ بفضلِ خدا غالب رہے اور بزبانِ حال غالبؔ کے الفاظ میں فرماتے رہے۔ ؎

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

چنانچہ آج "وادیٔ ہدایت" رام گڈھ روڈ جے پور میں منگل میں منگل کا سماں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت والاؒ کے مساعیِ جمیلہ کو خراجِ عقیدت اور انکا اعتراف فرماتے ہوئے جامعۃ الھدایہ کے افتتاح کے موقع پر عالم اسلام کے گل سرسبد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے ایک شاعر کی زبان میں فرمایا تھا ؎

عزم راسخ ہے نشانِ قیس و شانِ کوہکن
عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار

جامعۃ الھدایہ کی پُرشکوہ عمارت حضرت مولانا محمد عبدالرحیم صاحب مجددیؒ کے عزمِ راسخ کی مظہر اور اپنے مقصد سے ان کے عشق و لگن کی آئینہ دار ہے وہ اپنے بانی کے جذبۂ اخلاص کی ایک نشانی اور ان کے شانِ استقامت کا ایک عنوان ہے۔ ایک مردِ حق آگاہ کے اخلاص مندانہ عزم کی شرف قبولیت کی ایک روشن مثال ہے اور استقامت کے ساتھ کام کرنے اور آہِ سحر گاہی کے نتیجہ میں اللہ کی تائید و نصرت کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت علیہ الرحمہ نے سوز و گداز اور غیرت و حمیت کی وہ شمعیں پائی تھی، امت مسلمہ اور بالخصوص مدارسِ عربیہ کے فارغین میں مایوسی، اضطراب اور احساسِ کمتری کو دیکھکر وہ تڑپ تڑپ اٹھتے تھے چنانچہ اس سوز و تپش نے انھیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ عالم پیری اور امراض کے باوجود انھوں نے دور دراز کے سفر کیے اور جامعہ جیسے ہمہ گیر اور انقلابی منصوبہ کے پیغام کی صدا لگائی۔ یہ صدا اللہ اور اللہ کے بندوں کے نزدیک مقبول ہوئی اور نتیجہ میں وہ جامعۃ الھدایہ کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی اور ملت اسلامیہ کو وہ کیمیا ہاتھ آیا جس کے ذریعہ طالبان علوم شرعیہ، سائنسی و تکنیکی علوم کے حصول سے باوقار و آبرومندانہ زندگی جی سکیں اور عزتِ نفس و خودداری کے ساتھ نئے حالات میں نئی منزلوں کی جانب رواں دواں ہوسکیں۔ ایک طرف وہ اپنے دینی اقدار کو بھی محفوظ رکھ سکیں اور دوسری طرف نئے زمانہ کے تقاضوں اور نئے عہد کے چیلنج سے بھی نبرد آزما ہوسکیں۔ حضرت مرحوم کا یہ کارنامہ مدارسِ عربیہ اسلامیہ ہی نہیں بلکہ تعلیم و تربیت کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔ کہ انھوں نے متوازن اور انقلابی نظامِ تعلیم سے روشناس کرکے مسلمانوں کو قدیم و جدید اور دنیا و دین کی کشمکش سے نجات حاصل کرنے کی راہ سُجھائی۔ قدامت پسندی اور جدت طرازی کے دو متضاد نظریات کی دوئی کو مٹانے کی عملی تدبیر بتائی اور جامعہ کی شکل میں دو سمتوں میں بہہ رہے دو مختلف دھاروں کا سنگم ممکن کر دکھایا اور تعلیم کو زمانہ کی چال سے ہم آہنگ کردیا۔ جامعۃ الھدایہ بزبانِ حال کہہ رہا ہے کہ اس کے بانی و مربی جلیل خود آگاہ بھی، وہ علماء کے قائدانہ رول سے واقف تھے جامعۃ الھدایہ (جو محض بام و در کا نام نہیں بلکہ ایک مشن اور ایک تحریک کا نام ہے) گواہی دے رہا ہے کہ علم و تزکیۂ نفس کی صدا لگانے والے علماء ربانیین، جو آج زیرِ گل ہیں اور جن کے ہزاروں گلے ہوتے ہیں نے زمانہ کے تقاضوں سے کبھی

آنکھیں نہیں چرائیں بلکہ زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت اور حوصلہ و سلیقہ سکھایا۔

جامعہ اور تحریک جامعہ پر بہت کچھ لکھنے اور عرض کرنے کی گنجائش ہے مگر ایک طرف تو طوالت کا خوف ہے اور دوسری طرف حضرت والاؒ کی زندگی کے چند اور گوشوں کو بھی اجاگر کرنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے،

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاسِ بیجے پور ۹، ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۳ء کو جامعۃ الہدایہ بیجے پور میں منعقد ہوا۔ اہالیان راجستھان و بیجے پور اور ارباب جامعہ کیلئے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ انھیں علماء کرام اور دانشوران ملت اسلامیہ ہند کی میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ لیکن افسوس کہ اجلاس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اجلاس کے داعی اور روح رواں اور مہمان نوازی میں اپنی نظیر آپ رکھنے والے میزبان حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب محمدی بیجے پور میں نہیں بلکہ بمبئی میں بستر علالت پر تھے مگر اجلاس میں اپنی عدم شرکت سے بے چین و مضطرب تھے اور اپنے رب کریم سے اجلاس کی کامیابی کیلئے درد و الحاح کے ساتھ دعائیں فرما رہے تھے، اجلاس کے جملہ انتظامی امور کے متعلق بذریعہ فون استفسار فرماتے رہے اور ضروری ہدایات و مشورے دیتے رہے، یہاں تک کہ اپنے مہمانوں کی شایان شان ضیافت کے سلسلے میں دقیق اور خفی باتوں کے متعلق دریافت فرماتے رہے اور اپنے متعلقین کو بستر علالت سے بھی یہ سبق پڑھا گئے کہ اگر کسی عالم دین کو میزبانی کا شرف حاصل ہو تو وہ اپنے مہمانوں و واردین کے آرام و راحت کا پورا لحاظ کرے تاکہ اسے وہ سکون و اطمینان نصیب ہو جو بادشاہوں کا مہمان ہونے میں بھی نہیں مل سکتا۔ اجلاس کی تاریخوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ بمبئی اسپتال میں اخبارات کا مطالعہ فرمایا، ظاہر ہے کہ آپ کا مقصد اجلاس سے متعلق خبروں کو ملاحظہ کرنا تھا۔ اجلاس سے قبل اجلاس کی تیاریوں اور اس کے انتظامی امور کے سلسلے میں جب ایک نشست جامعہ میں منعقد ہوئی اور اس میں جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ جناب حضرت مولانا نظام الدین صاحب اور جناب مولانا ولی رحمانی صاحب شریک ہوئے اور اس امر پر سارے شرکا نشست کو تشویش لاحق ہوئی کہ اسقدر تنگ وقت میں بورڈ کے شایانِ شان اور کامیاب اجلاس کا انعقاد کیونکر ممکن ہے مگر تھوڑی ہی دیر بعد جب حضرت والاؒ جامعہ تشریف لائے اور ان کے سامنے اس فکر کا اظہار کیا گیا تو اس پر وہ جواب عنایت فرمایا جو آں موصوفؒ کے شانِ توکل کا مظہر اور سب کی طمانیت کا باعث تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اجلاس بیجے پور توقعات سے زیادہ کامیاب رہا اور بورڈ کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ثابت ہوا۔ اس کامیابی میں حضرت علیہ الرحمہ کی دعائے سحرگاہی اور توجہات خصوصی کو بڑا دخل رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ عمر بھر اپنے قول و فعل سے اتحاد بین المسلمین کیلئے کوشاں و فکرمند رہے چنانچہ مسلم پرسنل لا بورڈ آپکی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز رہا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے مختلف مشاب و مسالک کا اتحاد آپ کے لئے روحانی مسرت کا باعث رہا۔

ملک میں فرقہ وارانہ فسادات، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیروکار کو بے چین و مضطرب رکھا کرتے تھے۔ جب شہر بیجے پور کا روایتی امن بھی اس لعنت کی بھینٹ چڑھا تو وہ تڑپ اٹھے اور فسادزدگان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی اپنی بساط بھر کوشش کر ڈالی اور اعانت میں مذہب و ملت کی کوئی تفریق نہ فرمائی کہ وہ ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ سمجھتے تھے اور مظلوم کی مدد کو اپنا فریضہ جانتے تھے بیہوگان کی عارضی امداد پر انھوں نے اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان کی مستقل اعانت کی راہ نکالی اور ان کے لئے "ہدایت ٹرسٹ" کی جانب سے ایک معقول ماہانہ رقم جاری فرمادیا، اسی طرح ۱۹۸۱ء میں شہر ٹونک میں سیلاب آیا تو متاثرین کی امداد اور ان کی باز آبادکاری کے لئے آپ پیش پیش رہے۔ غرضیکہ خدمت خلق آپ کا شعار اور دستگیری و حاجت روائی آپ کا وطیرہ رہا

حضرت والاؒ ایک دردمند دل لیکر آئے تھے چنانچہ ان کے پیش نظر ایسے فلاحی منصوبے تھے جو ملت کی آبرومندانہ زندگی کی علامت بن سکیں ان منصوبوں میں مسلم میٹرنٹی ہسپتال (زچہ خانہ) اور مسلم لڑکیوں کیلئے جامعۃ الہدایہ کی طرز کے ایک جامعہ کا قیام اور نفیس و اعلیٰ درجہ کی ایک مثالی مسلم کالونی کی آبادکاری خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ کاش کہ ان کے حیات نے وفا کی ہوتی اور یہ منصوبے بھی ان کی نگرانی و سرپرستی میں شروع ہوتے اور ان کو دیکھکر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں لیکن مشیتِ ایزدی کے آگے ہر تسلیم خم کئے بغیر چارۂ کار ہی کیا ہے۔ اس روشن ضمیر عالم و مصلح کو اللہ نے اپنے حضور بلالیا اور ان کی تعلیمی و اصلاحی اور خدمت انسانی کے مشن کی ذمہ داری اب ان کے صاحبزادگان پر آپڑی جو اس بلند نظر و عالی حوصلہ شخصیت کے تربیت یافتہ ہیں۔ خدا انھیں اپنے والد مرحوم کی نیابت کی توفیق و قوت اور حوصلہ بخشے اور ان کی کوششیں ملت کی رگوں میں تازہ خون دوڑادیں۔ حضرت والا علیہ الرحمہ کو بہترین خراج عقیدت بھی یہی ہے کہ ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی مقدور بھر کوشش کی جائے جس کے رہنما خطوط وہ تبلا گئے اور اپنے قول سے نہیں عمل سے۔ گفتار سے نہیں کردار سے یہ باور کرا گئے ؎

یقیں محکم عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے کہ وہ طبقۂ علماء کو قائدانہ رول نبھانے کا عملی درس دے گئے اور شاہ ہدایت علی صاحبؒ اور ان سے آگے بڑھکر حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اپنی نسبتوں کا حق ادا کر گئے۔

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے۔

محمد طارق ندوی

سوال و جواب

س:۔ بہت سے لوگ ولا الضالین پڑھتے ہیں اور بعض ولا الدالین، ان دونوں میں کس کا پڑھنا صحیح ہے؟

ج:۔ دریافت کردہ صورت میں ولا الدالین پڑھنا قطعاً صحیح نہیں ہے اس سے پورا مفہوم ہی تبدیل ہو جاتا ہے ولا الضالین ہی پڑھا جائے گا، البتہ "ض" کو اس کے مخرج کے مطابق ادا کیا جائے گا۔ اور وہ (یعنی ض کا مخرج) حافۂ لسان (زبان کا کنارہ) اور داڑھوں کی جڑ ہے،

س:۔ کیا اگر کسی نے اشہر حج میں عمرہ کیا تو اس پر حج لازم ہو جاتا ہے؟

ج:۔ اشہر حج میں عمرہ کرنے سے حج کرنا فرض ہو جاتا ہے، اگر حکومت مانع ہے تو راجح قول یہ ہے کہ اس پر حج بدل کرنا فرض ہے، لہٰذا وہ مکہ مکرمہ ہی سے حج کروادے، بعد کو اگر حج کر سکے تو حج کرلے،

س:۔ کیا ہر مسلمان، غیر مسلم کو مسلمان کر سکتا ہے؟

ج:۔ ہاں، غیر مسلم کو کلمۂ شہادت پڑھادے اور جس کفر میں وہ گرفتار تھا اس سے توبہ کرادے، بس وہ مسلمان ہو جائے گا۔

س:۔ ایک شخص داڑھی کا مذاق اڑاتا ہے کیا وہ داڑھی کا مذاق اڑانے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا؟

ج:۔ داڑھی رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کی سنت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے اپنے کو مسلمان کہنے والا ہرگز اس کا مذاق نہیں اڑائے گا، لہٰذا اس کو اپنے ایمان کی تجدید کرنا چاہیئے

س:۔ ایک شخص کہتا ہے کہ روزہ وہ رکھے، جس کے گھر میں کھانے کو نہ ہو تو کیا یہ کلمہ کفر ہے،

ج:۔ رمضان کے روزے فرض ہیں اور فرض کا منکر یا مذاق اڑانے والا کافر ہے، لہٰذا مذکور شخص کا فعل کلمہ کفر ہے،

س:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی بات پر ناراض ہو کر غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دے دیں اور پھر وہ شخص طلاق دینے سے انکار کر رہا ہے۔

ج:۔ اگر مذکور شخص نے فی الواقع گواہوں کے موجودگی میں طلاق دی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ طلاق دی ہے اور وہ شخص انکار کر رہا ہے تو گواہوں کی بات مانی جائے گی، اور طلاق واقع ہو جائے گی، اور اسی طرح اگر مذکور شخص نے پہلے طلاق دی تھی اور بعد میں انکار کر رہا ہے تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی،

س:۔ کیا سرکاری ملازم ٹھیکیدار سے کمیشن لے سکتا ہے؟

ج:۔ سرکاری ملازم کیلئے ٹھیکیدار سے کمیشن لینا صریح رشوت ہے، جس کی وجہ سے ٹھیکیدار سامان میں کمی کر دیتا ہے، اور ملازم بھی سامان خراب اور کم ہونے پر نظر انداز کر دیتا ہے، لہٰذا ملازم کیلئے جب کہ اسے پوری تنخواہ ملتی ہے، کمیشن لینا درست نہیں ہے۔

س:۔ اگر مؤذن فجر کے وقت سے پہلے غلطی سے اذان کہدے تو اذان کے بعد نفل نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ اگر مؤذن نے فجر کے وقت سے پہلے اذان دے دی تو چونکہ ابھی فجر کا وقت نہیں آیا ہے، وہ اذان معتبر نہیں، مذکور وقت میں نفل نماز پڑھ سکتے ہیں۔

س:۔ عورت کے زیور کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے یا شوہر پر؟

ج:۔ عورت کے سونے اور چاندی کے زیورات پر جبکہ اس کا وزن بقدر نصاب ہو یا اس سے زیادہ ہو، یا اگر سونا اور چاندی دونوں ہیں اور ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو جائے تو عورت پر جبکہ زیورات اسکی ملکیت میں ہوں، زکوٰۃ لازم ہے۔ شوہر پر نہیں

س:۔ زید کی شادی اس رمضان سے چار ماہ قبل ہوئی اور اسے کچھ رقم ملی زید نے رمضان میں اپنے اس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جبکہ ابھی سال مکمل نہیں ہوا ہے تو کیا یہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں، نیز اگلا نصاب اس رمضان سے ہی شروع ہوگا یا پھر اسی تاریخ سے جس تاریخ کو مال کا مالک ہوا تھا؟

ج:۔ اگر زکوٰۃ کی ادائیگی سال گزرنے سے پہلے بھی کر دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، زکوٰۃ کا نصاب اس تاریخ سے شروع ہوگا جب سے مال کا مالک ہوا ہے۔

● عبیداللہ احمد بن خواجہ عمر حیدرآبادی (متعلم علیا ثانیہ ادب ندوۃ العلماء) کی والدہ محترمہ کا ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۹۴ء کو انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، قارئین "تعمیر حیات" سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• سعودی عرب کے شاہ فیصل السعود فاؤنڈیشن نے ہندوستان کے ریسرچ کرنے والے بنگال کیڈر کے سینیر آفیسر شیر سنگھ کو "تفہیم اسلام" کا بین الاقوامی فیصل ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے، شیر سنگھ نے مغل بابر کی زندگی پر چار ضخیم جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، اس کی چوتھی جلد میں یہ ثابت کیا ہے کہ بابر مذہبی طور پر غیر جانبدار، غیر متعصب اور رواداری کا مزاج رکھنے والا حکمراں تھا،

• ازبکستان کے امور دینیہ کے نائب وزیر نے کہا ہے کہ ملک میں آئندہ تعلیمی سال شہر بخارا اور اس کے اطراف میں حفظ قرآن کے چار مدرسے اور ۲۶ اسلامی دینی مدارس کھولے جائیں گے محکمۂ امور دینیہ اور جامعہ ازہر کے درمیان ایک معاہدہ بھی طے پایا ہے، جس کے تحت منتخب طلباء کو داخلہ دیا جائے گا، تاکہ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد ملک میں تدریسی خدمات انجام دے سکیں،

• واشنگٹن سے آنے والی خبروں میں بتایا گیا ہے کہ الاسکا یونیورسٹی میں مرکز لغات کے ڈائرکٹر نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ اس وقت عربی زبان دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانیوالی زبان ہے، دس زبانوں میں عربی زبان سرفہرست ہے اس کے بعد انگریزی، فرانسیسی، جاپانی، چینی اور روسی زبان کا نمبر ہے،

• ملیشیا کی حکومت آئندہ سال جون میں ایک بین الاقوامی نمائش کا اہتمام کر رہی ہے، اس نمائش میں تمام مسلم ممالک خاص طور سے انڈونیشیا ترکی، ایران، مصر، سعودی عرب، اردن، یمن، پاکستان وغیر شرکت کریں گے، اس نمائش کا مقصد اسلامی دعوت کی نشر و اشاعت اور اسلامی اثرات و ثقافت کا فروغ اور آپسی تعلقات کو مضبوط بنانا ہے،

• چاڈ کی اسلامی تنظیمیں جہالت کے خاتمے اور اسلام کی اشاعت اور ملک کے مختلف حصوں میں اسکولوں کے قیام کیلئے متحرک ہوگئی ہیں، سرکار کے اس فیصلے نے فرنچ کے بجائے عربی کو چاڈ کی سرکاری زبان بنایا جائے۔ ان تنظیموں کو اور زیادہ متحرک کر دیا ہے، حکومت نے اسکولوں میں عربی کی ٹیچر مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے

• سعودی حکومت اس سال فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے آنیوالے حاجیوں کو ان کے مال و اسباب کی جانچ پڑتال کیلئے جدید ترین الیکٹرانک آلات کا استعمال کر رہی ہے یہ آلات انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر نصب کئے جا رہے ہیں ان کے استعمال سے حاجیوں کی پریشانیوں میں کمی آئے گی اور وقت بھی کم لگے گا۔

• سعودی عرب نے مسلم اسکالروں، مغربی سائنسدانوں، اور دو عرب خواتین دانشوروں سمیت پانچ افراد کو شاہ فیصل انٹرنیشنل ایوارڈ دیئے ہیں اسلامی تعلیمات کا انعام مصر کے پروفیسر شیخ السعد محمد تہامی اور قطر کے پروفیسر شیخ یوسف قرضاوی کو دیا ہے، جبکہ اسلام کیلئے گرانقدر خدمات کا انعام شیخ محمد بن صالح المطام کو دیا گیا ہے، اور عربی ادب کا انعام مصری اور لبنانی دو خواتین کو دیا گیا ہے، واضح رہے کہ سعودی حکومت یہ ایوارڈ ۱۹۸۱ء سے ۹۳ ہزار تین سو امریکی ڈالر کا یہ ایوارڈ نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو دیتی ہے،

• رابطہ عالم اسلامی کے ذرائع نے اپنے اخباری بیان میں کہا ہے کہ بنگلہ دیش میں محصور پاکستانیوں کی واپسی جلد ہی شروع ہو جائے گی، اس سلسلہ میں پنجاب میں ایک ہزار سے زائد خاندانوں کی آبادکاری کیلئے مکانات تیار ہو چکے ہیں، اور واپسی کیلئے اخراجات کی رقم بھی دستیاب ہو چکی ہے۔

دعاء مغفرت

دارالعلوم نورالاسلام جلپاپور نیپال کے بانی مولوی محمد بشیر الدین صدیقی مرحوم کی اہلیہ کا ۱۹ مارچ ۹۴ء کو طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا ہے، مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں پسماندگان میں تین صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے چھوڑیں، تینوں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہیں، ان میں ایک مولوی محمد غیاث الدین ندوی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء کے انچارج ہیں، مرحومہ کے لئے قارئین "تعمیر حیات" سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے،

• مسعود حسن (سپر پلاسٹک اسٹور مولوی گنج) کا ایک حادثہ میں ۱۰ رمضان ۱۴۱۴ھ کو انتقال ہوگیا ہے، مرحوم بڑے صاحب خیر اور صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ قارئین "تعمیر حیات" سے گذارش ہے کہ انکے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

اسعد صحافت ایک تعارف

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی شعبۂ اردو بنارس یونیورسٹی

(۲)

(کریما کے متعلق دلائل کی روشنی میں میرے پاس یہ ہے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی تصنیف نہیں ہے) مجھ سے اس شعر کا مطلب دریافت فرمایا۔ میں نے، جو کچھ جانتا تھا، بے تکلف عرض کر دیا۔ فرمایا نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ گاروں کے لئے خدا خطا بخش ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں تو بلا سمجھے ہی آمنا وصدقنا کہنے کے لئے تیار تھا۔ مگر جناب ممدوح نے میرے بے مائیگی پر نظر فرما کر خود ہی اس کی وجہ بیان فرمائی کہ دیکھو بس... کے عدد مجاب جمل ۶۲ ہیں اور "نبی" کے بھی ۶۲ ہی عدد ہیں۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ خدا اور نبی دونوں خطا بخش ہیں،

اگلا خط بھی نہایت دلچسپ ہے۔

قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء

مخلصانہ مگر ترجمان شوق، سلام مسنون قبول فرمائیے۔ منوچہری نے اپنے استاد عنصری کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس کا ایک شعر ہے ؎

شعر او چوں طبع او ہم بالملاحت ہم حسن
طبع او چوں شعر او ہم بالملاحت ہم حسن

میں معمول تعرف کے ساتھ جناب کے لئے نقل کرتا ہوں ؎

شعر تسکیں مثل طبعش بے تکلف ہم بدیع
طبع تسکیں مثل شعرش بالملاحت ہم حسن

یہ چند سطریں تو بطور جملہ معترضہ تھیں۔ اب گذشتہ سے پیوستہ مضمون املا کراتا ہوں۔ مشہور شعر ہے ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

ایک محقق ارشاد فرماتے تھے کہ یہ بازپرس ہوگی کہ نماز کیوں پڑھی تھی؟ اس پر ایک اور لطیفہ یاد آیا۔ تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے، حضرت حافظ ضامن صاحب جنھوں نے ہنگامۂ غدر میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اب تک تھانہ بھون میں ان کا مزار مرجع عوام و خواص ہے۔ انھوں نے تھانہ بھون کے ایک بے نمازی نوجوان کو نصیحت فرمائی کہ "بھائی نماز پڑھا کرو" انھوں نے ادب سے عرض کیا کہ حضرت! میرے بھائی صاحب پڑھتے ہیں" حضرت نے فرمایا کہ "بھائی ان کے نماز پڑھنے سے تم کو کیا فائدہ؟" نوجوان نے جواباً عرض کیا کہ "پھر میرے نماز نہ پڑھنے سے حضرت کا کیا نقصان؟"؟

مشہور ہے کہ ایک محقق صاحب کے دوست کی لڑائی کسی دوسرے شخص سے ہو رہی تھی۔ دوست مقابلے میں پہلے سے کچھ کمزور تھا۔ اس پر محقق صاحب نے یہ ستم ڈھایا کہ آکر اس کے ہاتھ پکڑ لیے، لوگوں کی بازپرس پر محقق صاحب نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے حضرت سعدی کی نصیحت پر عمل کیا تھا، یعنی ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

مرزا غالب کا شعر ہے ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ایک صاحب کی تحقیق ہے کہ مرزا صاحب نے تاریخی واقعہ نظم فرمایا ہے اور یہ انگریزوں کی دہلی میں سے متعلق ہے، مطلب یہ ہے کہ افسوس ہے ایسے ... قدم ہمارے گھر میں آئیں۔ یہاں ہمارا شدھ پوتر گھر (یہ انھیں کے الفاظ ہیں) اور کہاں یہ منحوس قدم۔

مرزا داغ کا ایک شعر ہے ؎

ستم ہی کرنا، جفا ہی کرنا، نگاہ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی، ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

ایک صاحب ذوق نے فرمایا کہ اس شعر میں دو خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے سر کی قسم دی۔ حالانکہ کہنا یہ چاہیئے تھا کہ تمہیں قسم ہے خدا کے سر کی، ہمارے حق میں کمی نہ کرنا اور دوسری یہ کہ اس شعر کے آخر میں لفظ "کمینہ" پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا کی قوت حافظہ بے پناہ تھی، یوں تو اس کا اندازہ "صحائف اسعد" کے ہر خط سے لگایا جاسکتا ہے، لیکن اس ضمن میں مکتوب (۱۴) خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اس میں محض یادداشت کی بنیاد پر حضرت نے جناب شوکت میرٹھی کی اصلاحات کی متعدد مثالیں تحریر فرمائی ہیں۔ اس کے علاوہ غالبیات سے متعلق بعض امور بھی زیر بحث آگئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

۲۵ر جنوری ۱۹۴۹ء

..... میں نے ندرت صاحب میرٹھی کا ایک شعر لکھا تھا ؎

بگولے اس لئے منڈلا رہے ہیں میرے مدفن پر
کہ یہ دھبہ بھی کیوں باقی رہے صحرا کے دامن پر

اس سلسلے میں جناب نے حضرت عزیز لکھنوی کا یہ شعر رقم فرمایا ہے ؎

بتا اے خالق ارض و سماں کیا کام آئے گی
مری ہستی کہ اک دھبہ سا ہے دنیا کے دامن پر

واقعی عزیز صاحب کا شعر بلند و نادر ہے۔

مجھے میرٹھ میں ندرت صاحب سے شرف نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔ سادہ مزاج اور بے تکلف انسان ہیں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے والد ماجد جناب مولانا شوکت میرٹھی کے متعلق بھی دو چار باتیں پڑھنے کی جناب کو زحمت دوں، مختلف حضرات سے سنا ہے کہ مولانا شوکت رام پور منہاران ضلع سہارنپور کے باشندہ تھے۔ عموماً میرٹھ میں قیام رہتا تھا مولانا نے دیوان غالب کی شرح بھی فرمائی تھی۔ میں نے اس شرح سے اس وقت فائدہ اٹھانے کی سعی کی جب میرے ہوش و شعور کا ابتدائی زمانہ تھا۔ دیوانِ غالب کے متعلق سب سے پہلے میں نے اس شرح کو دیکھا تھا۔ پھر مجھے دو شرحوں کے مطالعے کا موقع ملا۔ ایک مولانا طباطبائی، ..... دوسری مولانا الحاج حسرت موہانی کی۔ اول الذکر بزرگ سے میں نے حیدر آباد میں شرف نیاز حاصل کیا تھا۔ گفتگو سے معلوم ہوا تھا کہ وہ میرے خاندان کے بزرگوں سے واقف ہیں۔ نظم صاحب نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے ہم نے دیوانِ غالب کی شرح کیلئے قلم اٹھایا تھا، اب تو بہت شارح پیدا ہو گئے ہیں

(باقی آئندہ)

باسمہ تعالیٰ

کتاب انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب

میسکو قرآن فہمی پراجکٹ

MESCO "KNOW YOUR QUR'AN" PROJECT
6-3-666 opp. The Nizam's Institute of Medical Sciences
Panjagutta, Hyderabad - 500 482

ضرورت معلمین و معلمات

☆ کیا آپ کو قرآن مجید کے آیات، اسلوب اور مضامین پر عبور حاصل ہے؟
☆ کیا آپ کے دل میں اللہ، اللہ کے رسول اور اللہ کی مخلوق کی محبت اور اس محبت کو عام کرنے کی خواہش ہے؟
☆ کیا آپ اس محبت کے تقاضوں سے باخبر ہیں؟
☆ کیا آپ کو قرآن فہمی اور قرآنی طرز فکر کی اشاعت سے دلچسپی ہے؟
☆ اور اس دلچسپی کے تحت کیا آپ معقول وقت دینے تیار ہیں؟

اگر ہاں، تو یہ اعلان آپ ہی کے لیے ہے

میسکو قرآن فہمی پراجکٹ کے لیے ہمہ وقتی پراجکٹ آرگنائزر اور ہمہ وقتی و جز وقتی اساتذہ کی ضرورت ہے۔ جو عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو عصری اور نفسیاتی تقاضوں کے مطابق موثر و دل نشیں انداز میں قرآن مجید پڑھا سکتے ہوں اور قرآن مجید کو سمجھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی صلاحیت ان کے اندر اجاگر کر سکتے ہوں۔ امیدوار کا کسی مستند جامعہ کا فارغ التحصیل ہونا ضروری ہے۔ انگریزی سے واقفیت قابل ترجیح ہوگی۔ مشاہرہ انشاء اللہ معقول ہوگا۔ انٹرویو کے لیے بلائے جانے والے بیرون شہر ریاست امیدواروں کو آمد و رفت کا کرایہ (سیکنڈ کلاس ریل) دیا جائے گا۔ خواہشمند خواتین و حضرات تحریری درخواست تفصیلی بایوڈاٹا اور اسناد کے نقول کے ساتھ پراجکٹ کے مذکورہ بالا پتہ پر شخصی طور پر (صبح ۱۱ تا شام ۵ بجے بجز اتوار) یا ڈاک کے ذریعہ روانہ کر سکتے ہیں۔ درخواستیں ۱۲ اپریل ۱۹۹۴ء تک دفتر ہذا پر پہنچ جانی چاہئیں۔

کنوینر پراجکٹ

مولانا محبوب الرحمٰن ازھری

سفرِ قادیان

(۱۰)

مسلم قبرستان میں قادیانیوں کے دفن ہونیکی خبر کلکتہ کے اخبارات نے زور شور سے شائع کیا اور علیحدہ سے پمفلٹ کی شکل میں بھی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئی اور اس واقعہ نے کلکتہ میں قادیانیوں کو منہ چھپانے کی کوشش میں مشغول کر دیا۔ ساتھ ہی میرا کام بھی ختم ہو گیا اور ایک سال بعد میں ریٹائرمنٹ کی تیاری میں لگ گیا۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد میں لکھنؤ آگیا مجھے توقع نہیں تھی کہ اب کسی قادیانی کا سامنا ہوگا (کلکتہ میں یہی حالت تھی) لیکن۔ لکھنؤ کے قادیانیوں کو علم نہیں تھا کہ محبوب الرحمن یہاں آچکا ہے اور ایک روز ہمارے بعض طلبا، نے جو محمد علی لین کی مسجد میں تھے مجھ سے ذکر کیا کہ بعض قادیانی ہم لوگوں سے گفت گو کیلئے آرہے ہیں آپ آجائیے میں نے ان سے کہا کہ میرا تعارف نہ کرایا جائے میں حاضر ہو جاؤں گا، سیتاپور کے مبلغ صاحب مع دو اور قادیانیوں کے پہونچے اور مختصر سی مجلس میں مبلغ صاحب نے اپنی لن ترانیاں اڑائیں، ساتھ ہی بار بار قرآن و حدیث کی طرف اشارہ کرتے رہے کچھ دیر سننے کے بعد میں نے کہا کون سا قرآن؟ تو انھوں نے شد و مد کے ساتھ کہا قرآن معروف ہے، دنیا میں موجود ہے اس میں کوئی غلطی یا تحریف نہیں ہے، میں نے سوال کیا اگر کوئی اس میں رد و بدل کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ وہ کہنے لگے کافر، ملحد، جہنمی ہوگا، میں نے ان سے کہا کہ یہ جملہ تحریر فرما دیجئے۔ کہ جو شخص قرآن میں رد و بدل کرے وہ کافر ملحد جہنمی ہے" انھوں نے فوراً تحریر کر دیا۔ میں نے کہا یہ بھی لکھ دیجئے کہ خواہ وہ مرزا غلام احمد کیوں نہ ہو، اس پر وہ بہت اچھلے کودے کہ مرزا جی نے تو یہ کہا ہے کہ جو شخص قرآن میں ایک "شعشہ" بڑھائے وہ کافر ملحد ہے۔ میں نے کہا مرزا جی نے تذکرہ میں لکھا ہے" انا انزلناہ قریبا من القادیان" (ص ۱۵۱ تذکرہ وغیرہ) قرآن میں ہے ہمارے قرآنوں میں تو اس کا وجود نہیں ہے وہ کہنے لگے آپ کو دکھانا ہوگا، میں بالکل تیار ہو گیا کہ میں کتاب ابھی لا رہا ہوں وہ مجھے مہلت دینا چاہتے تھے میں نے صرف اتنی مہلت چاہی کہ میں ڈالی گنج سے کتاب لا سکوں۔ حیلہ بہانہ کر کے آئندہ جمعرات کو آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے، پھر کون آتا ہے؟

لکھنؤ ہی کا ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے چند ماہ کے بعد شاہجہانپور کے مبلغ صاحب ہمارے محلہ میں وارد ہوئے اور گفت گو شروع ہوئی، میں نے ان سے کہا کہ ایک مسلمان کیلئے ارکان اربعہ فرض ہیں پہلے آپ مرزا جی کے ارکان ثابت کر دیجئے اور سب سے پہلے حج کو لیجئے کہ عمر میں ایک مرتبہ بھی ادا ہو جائے تو فرصت ہے، مرزا جی کا حج کرنا ثابت کر دیجئے۔ انھوں نے کشفی حج اور منامی حج وغیرہ میں الجھانا چاہا میں نے کہا حج کو سب جانتے ہیں اس کی تشریح کی ضرورت نہیں ہے، مجبوراً انھوں نے اعتراف کیا کہ یہ حج نہیں کیا، پھر میں نے روزے کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ فلاں نے کہا ہے کہ مرزا جی روزے رکھتے تھے اور اتنے رکھتے تھے کہ مسلسل چالیس دن تک روزے ہی رکھتے تھے، میں نے کہا کہ فرض روزے رمضان کے ہیں، اگر کوئی شخص گیارہ مہینے روزے رکھے اور رمضان میں نہ رکھے تو اس نے روزے نہیں رکھے، رمضان کے بارے میں سیرۃ المہدی ص۵۱ میں ہے!" مرزا کی بیوی کا کہنا ہے کہ مسیح موعود پر اس قسم کا حملہ رمضان میں ہوا، جبکہ وہ روزہ نہیں رکھ سکے اور فدیہ ادا کیا اور اس کے بعد کے رمضان میں بھی حملہ ہوا، اور انکی عادت تھی کہ فدیہ ادا کرتے تھے" آخری جملہ صاف ہے کہ "فدیہ ادا کرتے تھے" یعنی وہ روزہ نہیں رکھتے تھے اس کے بعد میں نے زکوٰۃ کا سوال کیا کہ مرزا جی نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ ادا کی ہو تو بتائیے جبکہ مرزا صاحب نے مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے۔ واتانی الاموال والتحائف من الدیار البعیدۃ و شاسعۃ البلدان، فملئت داری منہا کثیرۃ علی اعضان البستان وواللہ لا استطیع ان احصیہا دلا یطیق وزنہا میزان البیان"

جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس دور دور کے ملکوں اور شہروں سے بہت سے مال اور تحفے وصول ہوئے ہیں جس سے میرا گھر بھر گیا ہے جیسے باغ کی شاخوں پر بہت پھل ہوں اور خدا کی قسم میں ان کو شمار نہیں کر سکتا اور نہ بیان کے ترازو میں تولے جا سکتے ہیں" جس شخص کے پاس اتنا مال ہوا سکو زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے آپ ثابت کیجئے کہ مرزا جی نے زکوٰۃ ادا کی، اتنے ہی پر عوام نے ہنگامہ کر دیا کہ ایسے شخص کو اور اس کے ماننے والوں کو دور کر دینا چاہئے اس ہنگامے سے بلغ صاحب کو بچا کر نکالا اور وہ بیک بینی و دو گوش واپس ہو گئے۔ پھر کسی نے لکھنؤ کا بھی رُخ نہ کیا۔ اس داستان سفر کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ کچھ پیش رو ایمانی سفر کا بھی ذکر کیا جائے، جس میں اکابر علمائے امت ہیں۔

(باقی ص۲۱ پر)

(بقیہ) درس حدیث

آیت سے واضح ہوگیا کہ پوری کائنات حکم خداوندی کے سامنے سرنگوں اور خدائی نظام کے تابع فرمان ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ذاق طعم الایمان میں کتنی بلاغت ہے۔ تاکہ کسی کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ اسلام محض الفاظ کا ایک مجموعہ ہے جس کو صرف زبان سے ادا کر لیا جائے بس اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابندی اور اس پر عمل کی چنداں ضرورت نہیں نہ عملی زندگی میں اسکو برپا کرنا ضروری ہے، آیت کریمہ (ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین) [2] ۔اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا۔ اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔ لہٰذا صرف شہادتین کا زبان سے ادا کر لینا اسلام نہیں جب تک کہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اور اس کے معانی کی عملی زندگی پر فرمانروائی نہ ہو بقول اقبال ؎

زباں نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اور

؎ تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الٰہ الا
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

دل کی گواہی کا مطلب یہ ہے کہ مومن کے ہر ہر حرکت و سکون اور نشست و برخاست سے اسلام جھلکتا ہو، لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت مالک و رب صرف خدا کو سمجھنا، اس کے اسماء و صفات پر یقین و ایمان رکھنا ہے،

حدیث کا دوسرا جزء

کہ ذاق طعم الایمان من رضی بمحمد رسولا ایمان کا مزہ اس کو ملے گا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول برحق تسلیم کرے، اس لئے کہ اس دستور حیات کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لانے والی ذات گرامی آپ ہی کی ہے اسی لئے فرمایا۔

(فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما) [3]

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

آیت کریمہ قسم کے ساتھ بطور تاکید کے نازل ہوئی ہے اس میں کسی طرح کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے نہ کوئی ابہام پایا جاتا کھلی ہوئی صراحت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنانا شریعت خداوندی کو حکم بنانا ہے اگر یہ نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نہ شریعت باقی رہتی نہ اللہ کے رسول کی سنت!

[1] آل عمران ۔ ۸۲ [2] آل عمران ۔ ۸۵
[3] سورۂ نساء ۔ ۶۵

● سرزمین راجستھان سے پہلا علمی، تعلیمی، دینی، دعوتی، اصلاحی و ادبی ماہنامہ۔
● جامعۃ الہدایۃ جے پور کا ترجمان ● مدارس اسلامیہ و عربیہ میں ایک متوازن اور انقلابی نظام تعلیم کا داعی ● دعوت دین کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ● اصلاح معاشرہ کا علمبردار ● ادب اسلامی کا نقیب۔

ماہنامہ ہدایت جے پور

دعوت و اصلاح اور تعلیم و ادب کی اس آواز کو گھر گھر پہنچائیے
خود ممبر بنئے اور دوسروں کو ممبر بنائیے

شرح خریداری
فی شمارہ ۱۰ روپے ○ ششماہی زر تعاون ۶۰ روپے ○ سالانہ ۱۰۰ روپے
خصوصی زر تعاون سالانہ ۵۰۰ روپے ——— لائف ممبر شپ تین ہزار روپے

خط و کتابت کا پتہ
ہدایت، پوسٹ بکس نمبر ۳۵، ۱۶۱۷ کھیجڑے کا راستہ بالمقابل ہدایت مسجد اندرا مارکیٹ جے پور
نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر HIDAYAT MONTHLY ضرور لکھیں۔

"HIDAYAT" MONTHLY, POST BOX NO. 35, 1617 KHEJRON KA RASTA, OPP. HIDAYAT MASJID, INDIRA BAZAR, JAIPUR-302001

۶۸۲۲
۱۱۴۹۴۳

دار العلوم ندوۃ العلماء

خدمات و ضروریات

اس وقت پورا عالم مصائب و آفات سے دوچار ہے اور دنیا کے کسی گوشہ میں چین و سکون نہیں نظر آرہا ہے قتل و غارتگری لوٹ مار اور دوسروں کی حق تلفی عام ہوگئی ہے خود مسلمان جو امت دعوت تھے، ان کے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں ان حالات کی جو بھی توجیہہ کی جائے بہرحال حقیقت یہی ہے کہ یہ دین سے دوری اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ہماری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اپنے ماحول کو دینی ماحول بنانے کی کوشش کریں نیز اپنے علاقوں میں دینی مکاتب و مدارس قائم کرکے علم دین کو عام کرنے کی فکر کریں کہ تمام برائیوں کی جڑ دین سے ناواقفیت اور بے خبری ہے مدارس و مکاتب کے سلسلہ میں ہر شخص جو کوشش کر سکتا ہو کرے یہ اس کی دینی ذمہ داری ہے کیونکہ مدارس ہی وہ سرچشمہ ہیں جہاں سے ہدایت کی روشنی پھیلتی اور انسانیت کی کھیتی ہری ہوتی ہے یہیں سے وہ افراد نکلتے ہیں جو زندگی کے ہنگاموں میں دین و ایمان کی شمع روشن کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں لہٰذا مدارس کی بقاء و تحفظ اور انکی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ہر مسلمان کو فکرمند ہونا چاہیئے یہ اجر عظیم اور صدقہ جاریہ کا باعث ہے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور دینی مسائل کے سلسلہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ ایک سو سال ہوگئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ ادارہ کی خوش قسمتی ہے کہ ایک مدت سے اسکو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی توجہ اور سرپرستی بھی حاصل ہے جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن سکا۔ اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کیلئے اس کے طلباء و اساتذہ اور کارکنان حتی الوسع کوشاں ہیں۔ دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ دوسرے ممالک کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور ان کی تعداد برابر بڑھتی جارہی ہے اور ممالک سے داخلہ کی درخواستیں برابر آتی رہتی ہیں جس کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہورہا ہے ادھر دار العلوم کے اندر بھی دار الاقامہ کی تنگی کے سبب ۳۶ کمروں اور تین ہالوں پر مشتمل ایک نئے دار الاقامہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا جس میں تقریباً تیس لاکھ روپئے خرچ ہوں گے، ایک کمرہ کا تخمینہ ۴۵ ہزار ہے۔

مدرسہ اسلامیہ مہپت مئو شاخ ندوۃ العلماء

چند سال قبل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لکھنؤ سے ۱۱ کلومیٹر کے فاصلے پر موضع مہپت مئو میں ایک وسیع آراضی مع ایک قدیم و خستہ مسجد کے حاصل ہوگئی تھی جس میں فوری طور پر ایک مدرسہ کا اجراء کر دیا گیا تھا اب بفضلہ تعالیٰ تقریباً سات سال سے وہاں علاوہ مکتب و بچیوں کے الگ مدرسہ کے شعبہ حفظ اور پنجم عربی تک کی تعلیم ہورہی ہے کئی سال تک یہ پورا نظام مسجد کے تنگ و خستہ حجروں میں انجام پاتا رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ اللہ کے مخلص و صاحب خیر اور باتوفیق بندوں کے تعاون سے خستہ مسجد ایک خوبصورت اور وسیع مسجد میں تبدیل ہوگئی اور خستہ حجروں کی جگہ درسگاہ اور دار الاقامہ کیلئے مع دو وسیع ہالوں کے ایک دو منزلہ عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے اس عمارت سے متصل مطبخ اور دار الطعام (ڈائننگ ہال) بھی تیار ہوگیا ہے، ان عمارتوں کی تکمیل میں اب تک تقریباً ۶۰ ساٹھ لاکھ سے زائد خرچ ہوچکے ہیں تعداد اسٹاف مع ادنیٰ ملازمین ۲۹، تعداد طلباء و طالبات ۳۸۳ ہے فی الحال فوری طور پر مدرسۃ البنات درسگاہ اور اساتذہ کے رہائشی مکانات کی تعمیر بہت ضروری ہے۔

امید ہے کہ جن بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے وہ تعمیری کاموں میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کی خاطر کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے کہ یہ جو کچھ خرچ ہوگا اللہ کی راہ میں اور اس کے دین کے نام پر خرچ ہوگا جس کا اجر بیحد و بے حساب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو کچھ ہم نے اسکو عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں (البقرہ)

نوٹ: چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے:
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ، لکھنؤ
NADWATUL ULAMA, LUCKNOW.

(مولانا) معین اللہ ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
(مولانا) محمد رابع ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

ہر انسان کو اس پر آنسو بہانا چاہئے

آپ اس دنیا کی حالت پر نظر ڈالیں اور دیکھیں اس دنیا کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے، جن کو تعمیر کا کام کرنا چاہئے تھا، وہ تخریب کا کام کر رہے ہیں، جن کو اسے امانت سمجھنا چاہئے تھا وہ اس کو ذاتی ملکیت نہیں بلکہ میراث سمجھ رہے ہیں جن کو اس میں اس کی ضروریات اور وہاں رہنے والوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے تھا وہ ان کے جذبات اور انکی ضروریات کے کھنڈر پر یا ان کے مقبروں پر اپنی عیش گاہیں تعمیر کر رہے ہیں اس وقت دنیا کی صورت کیا ہے؟ کسی وقف کا وہ برا حال کبھی نہیں ہوا ہوگا جو اس وقت اس عظیم بلکہ وقف اعظم کا ان لوگوں نے کر دیا ہے جو اس کے متولی بن بیٹھے ہیں جو متولی نہیں بنائے گئے، غاصب ہیں، انھوں نے اس دنیا کی قبریں کھودنی شروع کر دیں اور پرانی قبریں ہی نہیں نئی قبریں بنانی شروع کیں. اور افراد کی نہیں بلکہ قوموں اور ملکوں کی قبریں کھودنی شروع کر دی ہیں. اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ انسانیت کی قبریں کھودی جا رہی ہیں. یہ سازش ہے انسانیت کے خلاف یہ سازش ہے اخلاق کے خلاف، یہ سازش ہے انسان کے مستقبل کے خلاف بلکہ اب تو ڈر یہ ہے کہ انسان کے حال کے خلاف بھی سازش ہے، یہ وقف اس بری طرح ضائع ہو رہا ہے کہ دنیا کے ہر انسان کو اس پر آنسو بہانا چاہئے اور ہر انسان کو نالشی بن جانا چاہئے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (حدیث پاکستان)

فی شمارہ ۳ روپے | سالانہ ستّر روپے | ۲۵ر اپریل ۱۹۹۴ء

Regd. No. LW/NP56

Office : 385538
Princi. : 72336
G. House : 73864

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا
لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور
کیپ سول پر (LT) مارکہ ضرور دیکھیں۔ انڈین کمپنی کی کہیں
کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل
مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔
INDIAN CHEMICAL MAU. N.B. 275101

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات سے
بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, HAJI BUILDING,
S. V. PATEL ROAD, NULL BAZAR,
BOMBAY 400003
TELE.: ADD CUPKETLE TEL.
3762220/ 3728708
TEL. (R) 3095852

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں۔
خط و کتابت کا پتہ
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس چوک لکھنؤ
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس چوک، لکھنؤ
عطر حنا | عطر شمامہ
IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
TRADE MARK
CHOWK-LUCKNOW

تاک میں مدت سے بیٹھے ہیں یہودی سود خوار
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھئے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

علامہ اقبال